سید الانبیاء و المرسلین، حضور خاتم النبیین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعٰلمین، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم کی شان و عظمت، تعظیم و محبت، میلاد شریف کی محافل، ربیع الاول کے مبارک مہینے میں چراغاں و جلوس میلاد کے حوالے سے جاری شدہ فتاوی اہلسنت کا منتخب

مجموعہ بنام

میلاد النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

قرآن وحدیث کی روشنی میں

پیشکش: مجلسِ افتاء (دعوتِ اسلامی)

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن وحدیث کی روشنی میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

پیشِ لفظ

یہ حقیقت واضح ہے کہ اللہ پاک کی نعمتوں کو یاد کرنا، ان نعمتوں کے ملنے پر خوشی کا اظہار کرنا اور چرچے کرنا نہایت پسندیدہ عمل ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے نعمتوں کا چرچا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے، جیسا کہ قرآن مجید فرقان حمید میں ہے:"وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ" ترجمہ کنزالایمان:"اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔"

مزید قران پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل اور رحمت پر خوشی منانے کا حکم بھی موجود ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:"قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝۵۸" ترجمہ کنزالایمان:"تم فرماؤ: اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیئے کہ خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔"

تفسیر صراط الجنان میں ہے:"اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں: بعض علماء نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کا فضل حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اللہ عزوجل کی رحمت قرآنِ کریم۔ بعض نے فرمایا: اللہ عزوجل کا فضل قرآن ہے اور رحمت حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اگر بالفرض اِس آیت میں متعین طور پر فضل ورحمت سے مراد سرکارِ دوعالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ نہ بھی ہو تو جداگانہ طور پر تو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یقیناً اللہ تعالیٰ کا عظیم ترین فضل اور رحمت ہیں۔ لہٰذا فنِ تفسیر کے اس اصول پر کہ عمومِ الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے، خصوصِ سبب کا نہیں، اس کے مطابق ہی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ

کے حوالے سے خوشی منائی جائے گی خواہ وہ میلاد شریف کرکے ہو یا معراج شریف منانے کے ذریعے، ہاں اگر کسی بدنصیب کیلئے یہ خوشی کا مقام ہی نہیں ہے، تو اس کا معاملہ جدا ہے، اسے اپنے ایمان کے متعلق سوچنا چاہیے۔" (صراط الجنان، سورۃ یونس، آیت 58، ج4، ص340)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ پاک کے فضل بھی ہیں اور رحمت بھی، اور رحمت بھی خاص علاقے یا قوم کے لیے نہیں بلکہ تمام عالمین کے لیے ہیں، چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" ترجمۂ کنز الایمان: "اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔" جن کے ملنے پر اللہ عزوجل نے احسان کا فرمایا: "لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ" ترجمۂ کنز الایمان: "بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا" جن کی وجہ سے ہمیں وجود ملا، جن کی وجہ سے یہ عالَم وجود میں آیا، جن کی خاطر خالقِ کائنات نے اس کائنات کو بنایا، جن کے صدقے ہمیں یہ تمام نعمتیں ملیں، چنانچہ حدیثِ قدسی میں ہے: "ولقد خلقت الدنیا وأھلھا لأعرفھم کرامتك ولولاك یا محمد ما خلقت الدنیا" ترجمہ: اس کائنات کو اور کائنات والوں کو اس لیے بنایا، تاکہ میں ان کو اے محبوب! تیری شان وشوکت دِکھاؤں۔ اگر آپ نہ ہوتے، تو میں یہ دنیا نہ بناتا۔

(تاریخ دمشق، ج3، ص518)

بقولِ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ الرحمٰن

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

ان کی تشریف آوری کا دن صاحبِ شعور، اہلِ اسلام اور عشق والوں کے لیے یقیناً سب سے بڑی خوشی کا دن ہے۔ اسی وجہ سے صحابہ کرام علیہم الرضوان اللہ پاک کے اس فضل و کرم اور

رسول اُللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ذریعے ملنے والی ہدایت کا شکر ادا کرنے کے لیے مل بیٹھ کر محفل کی صورت میں تذکرہ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے: "سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ایک حلقے کے قریب سے گزرے تو ان سے پوچھا: "ما اجلسکم" تمہیں کس چیز نے یہاں بٹھایا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: "جلسنا نذکر اللہ ونحمدہ علی ما ھدانا للإسلام ومن بہ علینا" اللہ عزوجل نے جو ہمیں اسلام کی ہدایت عطا فرمائی اور آپ کے ذریعے ہم پر احسان فرمایا، اس پر ہم اللہ عزوجل کا ذکر کرنے اور اس کا شکر ادا کرنے کے لئے بیٹھے ہیں۔ فرمایا: تمہیں اللہ عزوجل کی قسم! کیا تم صِرف اسی کام کے لیے بیٹھے ہو؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: اللہ عزوجل کی قسم! ہم اسی کام کے لئے بیٹھے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم سے تہمت کی وجہ سے حلف نہیں اٹھوایا بلکہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھ سے عرض کیا کہ "ان اللہ عزوجل یباھی بکم الملائکۃ" اللہ عزوجل فرشتوں کے سامنے تم پر فخر فرماتا ہے۔" (الصحیح لمسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن الخ)

یہی وجہ ہے کہ جیسے ہی ربیع الاول شریف کا مہینا آتا ہے، تو مسلمانوں میں مَسرت اور خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے، فضا سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعتوں سے معطر ہو جاتی ہے، مسلمان اس مہینے میں ذکرِ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے خاص جلسے جلوسوں اور محافل کا اہتمام کر کے رب کریم کی اس بے مثال رحمت کا شکر ادا کرتے ہیں۔ چراغاں کرتے ہیں، اپنے گھروں کو سجاتے ہیں اور جلوس نکالتے ہیں، الغرض مختلف طریقوں سے خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔

بقول مفسرِ شہیر مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

نثار تیری چہل پہل پر ہزار عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

اور ہمیشہ سے اہل اسلام کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اس مہینے میں خاص طور پر ذکرُ اللہ وذکرِ رسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی محفلیں سجاتے ہیں، نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، غریبوں یتیموں میں صدقہ و خیرات کرتے ہیں، دعوتیں کرتے، کھانے پکا کر دوسروں کو کھلاتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ بھلائی کے کاموں میں شریک رہتے ہیں۔

لیکن یاد رہے! جس طرح دیگر عبادات کے لیے شریعت کے مطابق ادائیگی کا حکم ہوتا ہے، اسی طرح اس میں بھی شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے ہی یہ سب کام کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ بعض لوگ کم علمی کی وجہ سے میلاد شریف جیسی عظیم برکتوں والی محافل و مجالس میں ایسے کام کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں، جن کو شریعتِ اسلامیہ پسند نہیں کرتی۔ جن کی نشاندہی اور عوام کی اصلاح کے لیے دار الافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی) کی طرف سے وقتاً فوقتاً فتاویٰ جاری کیے جاتے ہیں۔ دار الافتاء اہلسنت کا شعبہ نشر و اشاعت ان بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک لڑی میں پرو کر "**میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن وحدیث کی روشنی میں**" کے نام سے پیش کر رہا ہے۔ اس کتاب میں آپ پڑھ سکیں گے:

میلاد شریف منانے کا ثبوت

میلاد شریف کی برکتیں

نقشِ نعلین پاک کی فضیلت اور اس کے احکام

چراغاں کرنے، گھروں کی سجاوٹ کرنے کا حکم

چراغاں کے لیے کیے جانے والے چندے کا حکم

اور ایسے موقع پر ہونے والے خلافِ شرع کاموں کی نشاندہی

لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر مختلف اوقات میں دارُالافتاء اہلسنّت کے فتاویٰ پی ڈی ایف کی صورت میں خوبصورت ڈیزائننگ کے ساتھ واٹس اپ پر وائرل بھی کیے جاتے ہیں، جسے عوامی پزیرائی بھی حاصل ہے اور لوگ گویا کہ تحریری فتوے کے منتظر رہتے ہیں۔ جیسے ہی وائرل کیا جاتا ہے، فوراً مختلف گروپس میں بہت زیادہ اس کی شیئرنگ ہوتی ہے۔ نیز یہ وائرل ہونے والا فتویٰ دارُالافتاء اہلسنّت کے آفیشل فیس بک پیج

(https://www.facebook.com/DaruliftaAhlesunnat)

اور ویب سائٹ http://www.daruliftaahlesunnat.net/ پر اپلوڈ بھی کیا جاتا ہے اور دارُالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی) کے کسی بھی وائرل شدہ فتوے کی تصدیق پیج کے ذریعے حاصل ہو جائے گی، لہٰذا جو پیج پر اپلوڈ ہو، وہی فتویٰ دارُالافتاء اہلسنّت (دعوتِ اسلامی) کا شمار کیا اور سمجھا جائے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ہمیں صحیح معنوں میں میلاد شریف کی خوشیاں مناتے رہنے اور اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم

ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری مدنی

مورخہ: 15 صفر المظفر 1443ھ

مطابق 24 ستمبر 2021ء

میلاد کا ثبوت

فتویٰ:01

کیا صحابہ کرام علیھم الرضوان سے میلاد منانا ثابت ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جشنِ ولادت نہ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے منایا، نہ ہی خلفائے راشدین میں سے کسی نے منایا، لہٰذا یہ بدعت ہے اور حدیث میں ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے، جس کا انجام جہنّم ہے۔ برائے کرم اس کا تسلّی بخش جواب عنایت فرمائیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

کسی کام کے ناجائز ہونے کا دارومدار اس بات پر نہیں کہ یہ کام حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم یا صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نہیں کیا، بلکہ مدار اس بات پر ہے کہ اس کام سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے منع فرمایا ہے یا نہیں؟ اگر منع فرمایا ہے، تو وہ کام ناجائز ہے اور منع نہیں فرمایا، تو جائز ہے، کیونکہ فقہ کا یہ قاعدہ بھی ہے کہ "الاصل فی الاشیاء الاباحۃ" ترجمہ: تمام چیزوں میں اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہیں۔ یعنی ہر چیز مباح اور حلال ہے، ہاں اگر کسی چیز کو شریعت منع کردے، تو وہ منع ہے، یعنی ممانعت سے حرمت ثابت ہوگی نہ کہ نئے ہونے سے۔ یہ قاعدہ قرآن پاک اور احادیثِ صحیحہ و اقوالِ فقہاء سے ثابت ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــٴَـلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْۚ وَ اِنْ تَسْــٴَـلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا﴾ ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بُری لگیں اور اگر انہیں اس وقت پوچھوگے کہ قرآن اُتر رہا ہے،

تو تم پر ظاہر کردی جائیں گی، اللہ انہیں معاف فرماچکا ہے۔ (پارہ 7، سورۃ المائدہ، آیت 101)

صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی فرماتے ہیں: ''اس آیت سے ثابت ہوا کہ جس اَمر کی شَرع میں ممانعت نہ آئی ہو وہ مباح ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہُ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حلال وہ ہے جو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا، حرام وہ ہے جس کو اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جس سے سکوت کیا وہ معاف ہے، تو کلفت میں نہ پڑو۔''

(تحت ھذہ الآیۃ، خزائن العرفان)

حدیث پاک میں ہے: ''الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ و ما سکت عنہ فھو مما عفی عنہ'' ترجمہ: حلال وہ ہے جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال فرمادیا اور حرام وہ ہے جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام فرمادیا اور جس پر خاموشی فرمائی وہ معاف ہے۔

(ترمذی، ج3، ص280، مطبوعہ دارالفکر، بیروت)

چونکہ محافلِ دینیہ منعقد کرکے عید میلاد منانے کی ممانعت قرآن وحدیث، اقوالِ فقہاء، نیز شریعت میں کہیں بھی وارد نہیں، لہٰذا جشنِ ولادت منانا بھی جائز ہے اور صدیوں سے علماء نے اسے جائز اور مستحسن قرار دیا ہے۔

شارح بخاری امام قسطلانی رحمۃُ اللہِ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: ''ربیع الاول چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ولادت باسعادت کا مہینا ہے، لہٰذا اس میں تمام اہل اسلام ہمیشہ سے میلاد کی خوشی میں محافل کا انعقاد کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس کی راتوں میں صدقات اور اچھے اعمال میں کثرت کرتے ہیں۔ خصوصاً ان محافل میں آپ کے میلاد کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں حاصل کرتے ہیں۔ محفل میلاد کی یہ برکت مجرّب ہے کہ اس کی وجہ سے یہ سال امن کے ساتھ گزرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آدمی پر اپنا فضل واحسان کرے جس نے آپ کے میلاد مبارک کو عید

بنا کر ایسے شخص پر شدّت کی جس کے دل میں مرض ہے۔“

(المواھب اللدنیہ، ج 1، ص 93، مطبوعہ لاہور)

شیخ عبد الحق محدّث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے مہینے میں محفل میلاد کا انعقاد تمام عالم اسلام کا ہمیشہ سے معمول رہا ہے۔ اس کی راتوں میں صدقہ خوشی کا اظہار اور اس موقع پر خصوصاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر ظاہر ہونے والے واقعات کا تذکرہ مسلمانوں کا خصوصی معمول ہے۔“

(ماثبت بالسنہ، ص، 102، مطبوعہ لاہور)

امام جمال الدین الکتانی کے حوالے سے منقول ہے: ”حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی ولادت کا دن نہایت ہی معظّم، مقدّس اور محترم ومبارَک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود پاک اتباع کرنے والے کے لیے ذریعہ نجات ہے، جس نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا اس نے اپنے آپ کو جہنّم سے محفوظ کرلیا۔ لہٰذا ایسے موقع پر خوشی کا اظہار کرنا اور حسب توفیق خرچ کرنا نہایت مناسب ہے۔“ (سبل الھدیٰ والرشاد، ج 1، ص 364، مطبوعہ لاہور)

اور یہ کہنا کہ ”ہر نیا کام گمراہی ہے“ دُرست نہیں، کیونکہ بدعت کی ابتدائی طور پر دو قسمیں ہیں: بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیّئہ۔ بدعتِ حسنہ وہ نیا کام ہے، جو کسی سنت کے خلاف نہ ہو، جیسے مولد شریف کے موقع پر محافل میلاد، جلوس، سالانہ قراءت کی محافل کے پروگرام، ختم بخاری کی محافل وغیرہ۔

بدعتِ سیّئہ وہ ہے جو کسی سنت کے خلاف یا سنت کو مٹانے والی ہو، جیسے غیرِ عربی میں خُطبۂ جُمعہ وعیدین۔

چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: ”معلوم

ہونا چاہیے کہ جو کچھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نکلا اور ظاہر ہوا بدعت کہلاتا ہے، پھر اس میں سے جو کچھ اصول کے موافق اور قواعد سنت کے مطابق ہو اور کتاب و سنت پر قیاس کیا گیا ہو بدعت حسنہ کہلاتا ہے اور جو ان اصول و قواعد کے خلاف ہو اسے بدعت ضلالت کہتے ہیں اور "کل بدعۃ ضلالۃ" کا کلیہ اس دوسری قسم کے ساتھ خاص ہے۔"

(اشعۃ اللمعات مترجم، ج1، ص422، مطبوعہ لاہور)

بلکہ حدیث پاک میں نئی اور اچھی چیز ایجاد کرنے والے کو تو ثواب کی بشارت ہے۔ چنانچہ مسلم شریف میں ہے: "مَنْ سَنَّ فِی الإسلامِ سنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا، وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ، مِنْ غَيرِ أَنْ يَّنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَىءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِی الإِسْلامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيهِ وِزْرُهَا، وَ وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ، مِنْ غَيرِ أَنْ يَّنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَىءٌ" ترجمہ: جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے، تو اس پر اسے ثواب ملے گا اور اس کے بعد جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے تمام کے برابر اس جاری کرنے والے کو بھی ثواب ملے گا اور ان کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی اور جو شخص اسلام میں بُرا طریقہ جاری کرے تو اس پر اسے گناہ ملے گا اور اس کے بعد جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے ان سب کے برابر اس جاری کرنے والے کو بھی گناہ ملے گا اور ان کے گناہ میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی۔

(الصحیح المسلم، کتاب العلم، ج2، ص341، مطبوعہ کراچی)

جشنِ ولادت منانا بھی ایک اچھا کام ہے، جو کسی سنت کے خلاف نہیں، بلکہ عین قرآن و سنت کے ضابطوں کے مطابق ہے۔ رب تعالیٰ کی نعمت پر خوشی کا حکم خود قرآن پاک نے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا﴾ ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں۔

(پارہ 11، سورہ یونس، آیت 58)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:﴿وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (پارہ30، سورۃ الضحیٰ، آیت 11)

خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنا یومِ میلاد روزہ رکھ کر مناتے۔ چنانچہ آپ ہر پیر کو روزہ رکھتے تھے، جب اس کی وجہ دریافت کی گئی، تو فرمایا: "اسی دن میری ولادت ہوئی اور اسی روز مجھ پر وحی نازل ہوئی۔" (الصحیح المسلم، ج1، ص368، مطبوعہ کراچی)

خلاصہ کلام یہ کہ شریعت کے دائرہ میں رہ کر خوشی منانا، مختلف جائز طریقوں سے اظہار مسرّت کرنا اور محافل میلاد کا انعقاد کرکے ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے ہوئے ان پر مسرت و مبارک لمحات کو یاد کرنا، جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے کا وقت ہے، بہت بڑی سعادت مندی کی بات ہے۔ مزید تفصیل کے لیے علمائے اہلسنت کی کتب کا مطالعہ فرمائیں۔

و اللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

کتبــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

ولادت مبارک

فتویٰ:02

12 ربیع الاول یومِ ولادت یا یومِ وفات اور اس دن خوشی منائیں یا غم؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ 12 ربیع الاول کے دن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی پیدائش نہیں ہوئی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس دن ہوئی ہے، تو اس دن خوشی نہیں، بلکہ غم منانا چاہیے کہ اس دن تمام صحابہ کرام اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اہل بیت سب رنجیدہ تھے اور ہم

خوشی مناتے ہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں ارشاد فرمائیں کہ

(1) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تاریخ ولادت کیا ہے؟

(2) اور اس دن خوشی منانا، جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(1) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت میں اقوال مختلف ہیں، لیکن زیادہ مشہور واکثر وماخوذ ومعتبر یہی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت 12 ربیع الاول کو ہوئی ہے۔

چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ”اس میں اقوال بہت مختلف ہیں: دو، آٹھ، دس، بارہ، سترہ، اٹھارہ، بائیس۔ سات قول ہیں، مگر اشہر واکثر وماخوذ ومعتبر بارہویں ہے، مکہ معظمہ میں ہمیشہ اسی تاریخ مکان مولد اقدس کی زیارت کرتے ہیں۔ کمافی المواھب والمدارج جیسا کہ مواہب لدنیہ اور مدارج النبوت میں ہے اور خاص اس مکان جنت نشان میں اسی تاریخ میلاد مقدس ہوتی ہے۔

علامہ قسطلانی وفاضل زرقانی فرماتے ہیں: ”المشھور أنه صلی اللہ تعالی علیه وسلم ولد یوم الاثنین ثانی عشر ربیع الأول و ھو قول محمد بن اسحاق امام المغازی وغیرہ“ مشہور یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بارہ ربیع الاوّل بروز پیر کو پیدا ہوئے، امام المغازی محمد بن اسحاق وغیرہ کا یہی قول ہے۔

شرح مواہب میں امام ابن کثیر سے ہے: ”ھو المشھور عند الجمھور“ جمہور کے نزدیک یہی مشہور ہے۔

اسی میں ہے: ”ھو الذی علیه العمل“ یہی وہ ہے جس پر عمل ہے۔

شرح الہمزیہ میں ہے:"ھو المشھور وعلیه العمل"یہی مشہور اور اسی پر عمل ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج26، ص411، 412، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال باکمال کی تاریخ میں بھی اختلاف ہے۔
مشہور قول یہی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال مبارک بارہ ربیع الاوّل کو ہوا، لیکن تحقیق یہ ہے کہ حقیقۃً بحسب رؤیت مکہ معظمہ ربیع الاول شریف کی تیرہویں تھی، کیونکہ یہ تو بالاجماع ثابت ہے کہ وفات مبارکہ پیر کے دن ہوئی اور یہ بھی ثابت ہے کہ دس ذوالحجہ کو جمعۃ المبارک تھا، اب اگر حساب کیا جائے، تو بارہ ربیع الاول کسی بھی اعتبار سے پیر کو نہیں بنتی، لیکن مدینہ شریف میں چونکہ رؤیت نہیں ہوئی تھی، لہٰذا ان کے حساب سے بارہویں تھی اور اسی کو راویوں نے بیان کیا اور یہی جمہور کے نزدیک مقبول ٹھہری۔

سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:"قول مشہور و معتمد جمہور دوازدہم (12) ربیع الاول شریف ہے، ابن سعد نے طبقات میں بطریق عمر بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما امیر المؤمنین مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت کی:"مات رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ مضت ربیع الأول"یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات شریف روز دو شنبہ ، ربیع الاول شریف کی بارھویں تاریخ کو ہوئی۔۔۔

کامل ابن اثیر جزری میں ہے:"کان موته صلی الله تعالی علیه وسلم یوم الاثنین لثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من ربیع الأول"نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال بارہ ربیع الاول پیر کے روز ہوا۔۔۔

اور تحقیق یہ ہے کہ حقیقۃً بحسب رؤیت مکہ معظمہ ربیع الاول شریف کی تیرھویں تھی،

مدینہ طیبہ میں رؤیت نہ ہوئی، لہٰذا ان کے حساب سے بارھویں ٹھہری، وہی رواۃ نے اپنے حساب کی بنا پر روایت کی اور مشہور و مقبول جمہور ہوئی، یہ حاصل تحقیق امام بارزی و امام عماد الدین بن کثیر و امام بدر الدین بن جماعہ وغیرہم اکابر محدثین و محققین ہے۔۔۔

تفصیل مقام و توضیح مرام یہ ہے کہ وفات اقدس ماہ ربیع الاول شریف روز دوشنبہ میں واقع ہوئی، اس قدر ثابت و مستحکم و یقینی ہے، جس میں اصلا جائے نزاع نہیں۔۔۔ ادھر یہ بلاشبہ ثابت کہ اس ربیع الاول سے پہلے جو ذی الحجہ تھا، اس کی پہلی روز پنجشنبہ تھی کہ حجۃ الوداع شریف بالاجماع روز جمعہ ہے۔ اور جب ذی الحجہ 10ھ کی 29 روز پنجشنبہ تھی تو ربیع الاول 11ھ کی 12 کسی طرح روز دوشنبہ نہیں آتی کہ اگر ذی الحجہ، محرم، صفر تینوں مہینے 30 کے لیے جائیں، تو غرہ ربیع الاول روز چار شنبہ ہوتا ہے اور پیر کی چھٹی اور تیرہویں، اور اگر تینوں 29 کے لیں، تو غرہ روز یک شنبہ پڑتا ہے اور پیر کی دوسری اور نویں اور اگر ان میں کوئی سا ایک ناقص اور باقی دو کامل لیجیے، تو پہلی سہ شنبہ کی ہوتی ہے اور پیر کی ساتویں چودھویں اور اگر ایک کامل دو ناقص مانیے، تو پہلی پیر کی ہوتی ہے، پھر پیر کی آٹھویں پندرھویں۔ غرض بارہویں کسی حساب سے نہیں آتی اور ان چار کے سوا پانچویں کوئی صورت نہیں۔

قول جمہور پر یہ اشکال پہلے امام سہیلی کے خیال میں آیا اور اسے لاحل سمجھ کر انہوں نے قول یکم اور امام ابن حجر عسقلانی نے دوم کی طرف عدول فرمایا۔ مگر امام بدر بن جماعہ نے قول جمہور کی یہ تاویل کی کہ "اثنی عشرۃ خلت" سے بارہ دن گزرنا مراد ہے، نہ کہ صرف بارہ راتیں اور پُر ظاہر کہ بارہ دن گزرنا تیرہویں ہی تاریخ پر صادق آئے گا اور دوشنبہ کی تیرہویں بے تکلف صحیح ہے، جبکہ پہلے تینوں مہینے کامل ہوں، کما علمت اور امام بارزی و امام ابن کثیر نے یوں توجیہ فرمائی کہ مکہ معظمہ میں ہلال ذی الحجہ کی رؤیت شام چار شنبہ کو ہوئی، پنج شنبہ کا غرہ اور جمعہ کا

عرفہ، مگر مدینہ طیبہ میں رؤیت دوسرے دن ہوئی، تو ذی الحجہ کی پہلی جمعہ کی ٹھہری اور تینوں مہینے ذی الحجہ، محرم، صفر تیس تیس کے ہوئے، تو غرہ ربیع الاول پنجشنبہ اور بارہویں دوشنبہ آئی۔"

(ملخصًا من فتاویٰ رضویہ، ج26، ص415 تا 421 رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) جب یہ ثابت ہو گیا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ولادت باسعادت بارہ ربیع الاوّل ہی کو مشہور اور عرب و عجم کے مسلمانوں میں معمول بہ ہے، تو اس دن خوشی کا اظہار کرنا اور میلاد کی محافل منعقد کرنا، نہ صرف جائز، بلکہ محبوب و مستحسن ہے، اس دن ایک قول کے مطابق نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کا دن ہونے کی وجہ سے بھی ولادت کی خوشی میں کوئی فرق نہیں آئے گا کہ اسلام میں سوگ تو مرنے والے کی بیوہ کے لیے چار ماہ دس دن اور اس کے علاوہ باقی اعزہ و اقرباء کے لیے صرف تین دن تک جائز ہے، اس سے زیادہ جائز نہیں، تو صحابۂ کرام اور اہل بیت اطہار، نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک پر مغموم اور رنجیدہ تھے، تو وہ سوگ کی وجہ سے تھے، اب اتنا عرصہ گزر جانے کی وجہ سے ہمارے لیے سوگ جائز نہیں، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشی کے لیے کوئی دن اور مہینا خاص نہیں اور اس کی کوئی تعیین و تحدید نہیں ہے، لہٰذا مؤمنین ہر سال، ہر ماہ اور ہر دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری والی نعمت کا شکر بجالانے کے لیے موقع کی مناسبت سے خوشی کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔

سوگ تین دن کے لیے جائز ہے، اس سے زیادہ جائز نہیں، مگر جس کا خاوند فوت ہو جائے، اس عورت کے لیے چار ماہ دس دن کا سوگ ہے۔ چنانچہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں: "نهينا أن نحد أكثر من ثلث إلا لزوج "ہمیں تین دن سے

زیادہ سوگ سے منع کیا گیا ہے، سوائے اس عورت کے، جس کا خاوند فوت ہو جائے۔
(بخاری شریف، ج1، ص170، مطبوعہ کراچی)

اسی طرح حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں: "سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یقول لا یحل لامرأۃ تؤمن باللہ و الیوم الاٰخر أن تحد علی میت فوق ثلٰث الا علی زوج فانها تحد علیه أربعة أشهر و عشرا" میں نے رسولُ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو، اس کے لیے یہ حلال نہیں کہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، مگر جس کا شوہر فوت ہو جائے، وہ اس پر چار ماہ اور دس دن سوگ کرے۔ (بخاری شریف، ج1، ص171، مطبوعہ کراچی)

میلاد شریف حقیقت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت پاک پر خوشی کا اظہار کرنا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت پاک، حمل شریف، شیر خوارگی کے واقعات، نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کرامات، نسب نامہ، پرورش کے دوران کے واقعات، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف وکمالات وغیرہا محاسن کے بیان کا نام ہے، جو شرعاً جائز و مستحسن ہے اور دنیا و آخرت کی ہزارہا نعمتوں و برکتوں کے حصول کا سبب ہے، اس کا جواز بکثرت آیات و احادیث، حتی کہ خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال و افعال، صحابہ کرام اور بزرگان دین سے ثابت ہے، اگرچہ جواز کے لیے یہ دلیل بھی کافی ہے کہ اس کی ممانعت شریعت سے ثابت نہیں ہے اور جس کام سے اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا، وہ کسی کے منع کرنے سے منع نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ میلاد کے جواز و استحسان پر دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

ذکرِ ولادت وتذکرۂ رسول اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آیات مبارکہ سے دیکھیے۔

آیت نمبر 1: اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿ وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ۝۸۱ ﴾ترجمۂ کنز الایمان: اور یاد کرو! جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا، جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں، پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے، تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا، فرمایا: کیا تم نے اقرار کیا؟ اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی: ہم نے اقرار کیا، فرمایا: تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

(پارہ 3، سورہ آل عمران، آیت 81)

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

(1) اللہ تعالیٰ نے حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کے لیے سب کو جمع فرمایا۔

(2) انبیاء کے اجتماع میں اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کا تذکرہ فرمایا۔

(3) انبیاء کے اجتماع میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و شان ﴿ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ ﴾ کے ساتھ بیان فرمائی۔

(4) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و حمایت و نصرت پر انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا۔

(5) اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کے اجتماع میں آمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بعثت و رسالت و عظمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیان فرمائی اور انبیائے کرام علیہم السلام سامعین تھے۔

اب غور کریں! اس سے بڑھ کر میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفل اور کیا ہوگی؟ مسلمان بھی تو اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت ومحبت کے اظہار کے لیے یہی کرتے ہیں۔ اگر ان پر حرمت کا فتویٰ ہے، تو مذکورہ محفل کے بارے میں کیا حکم ہے؟

آیت نمبر2: اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝۱۲۸﴾ ترجمۂ کنز الایمان: بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول، جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمال مہربان۔ (پارہ11، سورۃ التوبہ، آیت128)

اس آیت سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

(1) ﴿جَآءَكُمْ﴾ سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کا تذکرہ ہے۔

(2) ﴿مِّنْ اَنْفُسِكُمْ﴾ سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشریت مبارکہ اور نسب مبارک کا ذکر ہے۔

(3) ﴿عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ سے امت پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفقت کا ذکر ہے۔

(4) ﴿حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ﴾ اور ﴿بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت وشان کا تذکرہ ہے۔

یہ آیت بھی شاندار طریقے سے میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ بتا رہی ہے۔

کیا تلاوتِ قرآن کے وقت یہ آیت پڑھنا جائز اور چند لوگوں کے سامنے پڑھنا، ناجائز و حرام ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ خدا عقل دے، تو غور کریں کہ عین نماز میں اگر امام صاحب یہ آیت بلند آواز میں تلاوت کریں، تو حالتِ نماز میں میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر ہوا یا نہیں؟ اور جب جماعت موجود ہے، تو اجتماع و محفل خود بخود پائی گئی، لہٰذا اس کا انکار نہ کرے گا، مگر وہ

جو نماز میں تلاوتِ قرآن کا ہی منکر ہو۔

آیت نمبر 3: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ۝۵۸﴾ ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ: اللہ عزوجل ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں، وہ ان کے سب دھن، دولت سے بہتر ہے۔

(پارہ 11، سورہ یونس، آیت 58)

اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے رحمت خداوندی پر خوشی منانے کا حکم دیا ہے اور کیا ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر بھی کوئی اللہ عزوجل کی رحمت یا نعمت ہے؟ دیکھیے! مقدس قرآن میں صاف صاف اعلان ہے: ﴿وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝۱۰۷﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا، مگر رحمت سارے جہاں کے لیے۔

(پارہ 17، سورۃ الأنبیاء، آیت 107)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا﴾ ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔

(پارہ 4، سورہ آل عمران، آیت 164)

پہلی آیت کریمہ میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رحمت ہونے کا ذکر اور دوسری میں نعمت ہونے کا ذکر ہے۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں ہمیں اظہار نعمت کا حکم ارشاد فرمایا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝۱۱﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (پارہ 30، سورۃ الضحٰی، آیت 11)

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نعمت ہونا اظہر من الشمس ہے۔ تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنہ میں اسی آیت کے تحت اسی جگہ یوں ہے:"أی بالنبوۃ والاسلام"یعنی نبوت اوراسلام کی نعمت پر (خوب چرچا کرو)۔ (تحت ھذہ الآیۃ، تفسیر ابن عباس)

خود آقا و مولا سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صحابہ کرام علیہم الرضوان کی موجودگی میں اپنی ولادت، اپنے عالیشان نسب اور اپنے کمالات و بلند رتبے کا تذکرہ کرنا ثابت و مروی ہے۔ چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ جلد 7 ص 409 مطبوعہ ملتان، مشکوٰۃ المصابیح ص 513 مطبوعہ کراچی اور ترمذی شریف میں ہے، واللفظ للترمذی:"عن المطلب بن أبی وداعۃ قال جاء العباس الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم فکأنہ سمع شیئا فقام النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم علی المنبر فقال: من أنافقالوا أنت رسول اللہ علیک السلام، قال: أنا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب، ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرھم ثم جعلھم فرقتین فجعلنی فی خیرھم فرقۃ ثم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیرھم قبیلۃ ثم جعلھم بیوتا فجعلنی فی خیرھم بیتا وخیرھم نفسا"حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے، تو شاید سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے نسب کے بارے میں کوئی بات سنی تھی، چنانچہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر شریف پر جلوہ گر ہوئے اور ارشاد فرمایا: میں کون ہوں؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: آپ اللہ عزوجل کے رسول ہیں، آپ پر سلام ہو۔ فرمایا: میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں، بے شک اللہ عزوجل نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور ان میں اچھوں میں مجھے رکھا، پھر ان اچھوں کی دو جماعتیں کیں، تو مجھے ان میں سے اچھی جماعت میں سے بنایا، پھر ان اچھوں کے کئی قبیلے کیے، تو مجھے اچھے قبیلہ میں بنایا، پھر ان اچھوں کے گھر بنائے، تو مجھے اچھے گھر والوں میں اور اچھے نفس والوں میں بنایا۔ (ترمذی شریف، ج2، ص 201، مطبوعہ کراچی)

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ زائد ہیں: "فأنا خیرکم بیتا و خیرکم نفسا" تو میں تم سب میں سے گھر کے اعتبار سے بھی اچھا ہوں اور تم سب سے ذات کے اعتبار سے بھی اچھا ہوں۔

اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر پیر کے دن روزہ رکھ کر بھی اپنا میلاد منایا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس روزے کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دن میری ولادت ہوئی، لہٰذا پتا چلا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں ہر پیر کو روزہ رکھا جائے کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

ابو داؤد شریف جلد 1 ص 351 مطبوعہ لاہور، مشکوٰۃ المصابیح ص 179 مطبوعہ کراچی اور مسلم شریف میں ہے واللفظ للمسلم: حضرت سیدنا ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: "سئل رسول اللہ عن صوم الاثنین فقال فیه ولدت و فیه أنزل علی" رسولُ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیر کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا (کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر پیر کا روزہ رکھا کرتے تھے)، تو جواباً ارشاد فرمایا: اسی دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے۔ (مسلم شریف، ج 1، ص 368، مطبوعہ کراچی)

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بھی نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کے تذکرے کے لیے جمع ہونا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر اللہ نے جو ہم پر احسان عظیم فرمایا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اور پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس پر خوش ہونا اور ان کو خوشخبری سنانا ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: "ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم خرج علی حلقة یعنی من أصحابه فقال: ما أجلسکم قالوا: جلسنا ندعو

اللہ ونحمدہ علی ما ھدانا للدینہ ومن علینا بك، قال: آللہ ما أجلسکم إلا ذلك قالوا: آللہ ما أجلسنا إلا ذلك، قال: أما أنی لم أستخلفکم تھمۃ لکم و إنما أتانی جبرئیل علیہ السلام فأخبرنی أن اللہ عزوجل یباھی بکم الملآئکۃ" بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام کی ایک محفل میں تشریف لائے اور فرمایا: کس چیز نے تمہیں یہاں بٹھایا ہے؟ انہوں نے عرض کی: ہم یہاں اس لیے بیٹھے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے جو دین اسلام کی دولت عطا فرمائی ہے اور آپ کو بھیج کر ہم پر جو احسان فرمایا ہے، اس کا ذکر کریں، اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور اللہ تعالیٰ کی اس پر حمد بجالائیں، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم تم صرف اس لیے ہی بیٹھے ہو؟ عرض کی: اللہ کی قسم ہم صرف اسی لیے بیٹھے ہیں، تو ارشاد فرمایا: میں نے تم سے اس لیے قسم نہیں لی کہ مجھے تم پر شک ہے، بلکہ جبرئیل امین میرے پاس آئے اور مجھے خبر دی کہ بے شک تمہارے اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرشتوں پر فخر فرمارہا ہے۔

(سنن نسائی، ج2، ص310، مطبوعہ لاہور)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں ابولہب نے لونڈی کو آزاد کیا، تو اس کو بھی اس کی وجہ سے فائدہ پہنچا، یہ مشہور واقعہ بخاری شریف میں اس طرح ہے: "جب ابولہب مر گیا، تو اس کے بعض گھر والوں نے اسے خواب میں برے حال میں دیکھا۔ پوچھا گیا: کیا گزری؟ ابولہب بولا، تم سے جدا ہو کر مجھے کوئی خیر نصیب نہ ہوئی، ہاں مجھے اس کلمے کی انگلی سے پانی ملتا ہے، کیونکہ میں نے ثویبہ لونڈی کو آزاد کیا تھا۔

(بخاری شریف، ج1، ص153، مطبوعہ دارالفکر، بیروت)

اس روایت کے تحت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "سب سے پہلے جس نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دودھ پلایا، وہ ابولہب کی باندی ثویبہ تھی، جس

شب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی، ثویبہ نے ابو لہب کو بشارت پہنچائی کہ تمہارے بھائی حضرت عبد اللہ کے گھر فرزند پیدا ہوا ہے، ابو لہب نے اس مژدہ پر اس کو آزاد کر کے حکم دیا کہ جاؤ دودھ پلاؤ۔ حق تعالیٰ نے اس خوشی و مسرت پر جو ابو لہب نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت پر ظاہر کی، اس کے عذاب میں کمی کر دی اور دوشنبہ کے دن اس پر سے عذاب اٹھا لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ اس حدیث میں میلاد شریف پڑھوانے والوں کے لیے حجت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کی رات میں خوشی و مسرت کا اظہار کریں اور خوب مال و زر خرچ کریں۔ مطلب یہ کہ باوجود یہ کہ ابو لہب کافر تھا اور اس کی مذمت قرآن کریم میں نازل ہو چکی ہے، جب اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد کی خوشی کی اور اس نے اپنی باندی کو دودھ پلانے کی خاطر آزاد کر دیا، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے حق تعالیٰ نے اسے اس کا بدلہ عنایت فرمایا۔"

(مدارج النبوۃ، ج دوم، ص34،33، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

بلکہ جامع ترمذی جو صحاح ستہ میں سے مشہور کتاب ہے، اس کے مؤلف امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خاص میلاد کے حوالے سے ایک باب باندھا، جس کا نام ہی درج ذیل رکھا: "باب ما جاء فی میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" یعنی یہ باب ان احادیث کے بارے میں ہے جو میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں آئی ہیں۔

(جامع الترمذی، ج5، ص356، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

مذکورہ بالا جزئیات سے ثابت ہوا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا رحمت و نعمت ہونا، اس پر خوشی منانا، سب قرآن واحادیث سے ثابت و مروی ہے، البتہ مروجہ انداز اُس دور میں نہ تھا، یعنی جس طرح لائٹنگ کرتے ہوئے، اسپیکر پر مخصوص بارہ تاریخ کو میلاد کرنا، لیکن اُس دور

میں کسی چیز کا نہ ہونا، بدعت قبیحہ (بری بدعت) ہونے کو مستلزم نہیں، ورنہ بہت سی ایسی چیزیں جو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں نہ تھیں، وہ سب کے نزدیک درست ہیں، جو میلاد پر اعتراض کرتے ہیں، وہ بھی انہیں اچھا جانتے ہیں۔

وہ قرآن جو ہمارے لیے مشعلِ راہ، جس کا ماننا ایمان کی شرط ہے، اس پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دور میں نہ تو نقطے تھے، نہ اعراب، نہ ایک جگہ پر جمع، بلکہ متفرق بغیر نقطوں، بغیر اعراب کے تھا، لیکن اس دور میں اس کی صورت ہر ایک کے سامنے ہے، تو کیا قرآن کا انداز ہمارے پاس بصورت بدعت ہے؟ ہرگز نہیں، اسی طرح احادیث کی کتابت، باقاعدہ راویوں پر جرح وقدح کرنا، ان کے بارے میں کتابیں لکھنا، مساجد پکی بنانا، ان میں منبر و مینار ہونا، قرون اُولیٰ میں کہاں تھا؟ تو یہ سب بھی بدعت ہیں یا نہیں؟

اگر بدعت کی حقیقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کوئی میلاد پر اعتراض کرتا ہے، تو مذکورہ اشیاء کا بھی انکار کر دے اور پھر اسلام کے احکام پر عمل کرے، تو پتا چل جائے گا۔

بدعت سے مراد ہر وہ نیا کام، جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دور اقدس میں نہیں تھا، لیکن ہر بدعت قبیح نہیں، بلکہ بدعت کی دو قسمیں ہیں: ایک بدعت حسنہ اور دوسری بدعت سیئہ۔ یعنی ہر بدعت بری نہیں ہوتی، بلکہ بعض اچھی بھی ہوتی ہیں، جیسا کہ بعض کا ذکر ہوا، تو جب وہ سب بدعت ہونے کے باوجود جائز ہیں، تو میلاد کیوں ناجائز ہوا؟ حالانکہ میلاد بہت سے نیک و مستحب کاموں کا مجموعہ ہے، جب متفرق طور پر ان میں سے ہر کام جائز و مستحب و مستحسن ہے، تو ان سب کا مجموعہ بھی جائز و مستحب و مستحسن ہی ہو گا، جیسا کہ ایک جگہ پر امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”جب افراد حرام نہیں ہوں گے، تو اس کا مجموعہ کیونکر حرام ہو گا۔“

مزید فرماتے ہیں: ”جب الگ الگ جائز کام جمع ہو جائیں، تو ان کا مجموعہ بھی جائز ہوتا ہے

اور جب اس کے ساتھ کوئی مباح کام ملایا جائے، تووہ حرام نہیں ہو جاتا۔"

(احیاء العلوم اردو، ج2، ص622، مطبوعہ پروگریسو بکس)

سیدنا شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیث پاک: "کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار" کے تحت فرماتے ہیں: "جو بدعت کہ اصول اور قواعد سنت کے موافق اور اس کے مطابق قیاس کی ہوئی ہے (یعنی شریعت و سنت سے نہیں ٹکراتی) اس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں اور جو اس کے خلاف ہے، وہ بدعت گمراہی کہلاتی ہے۔"

(اشعۃ اللمعات، جلد اول، ص125، مطبوعہ ملتان)

میلاد کا منانا اس وقت دنیا بھر کے مسلمانوں میں رائج و مروی ہے اور تمام عالم اسلام کے مسلمان اسے جائز و مستحسن و اچھا سمجھتے ہیں اور ایک حدیث پاک میں مروی ہے: "عن ابن مسعود ما رأہ المؤمنون حسنا فھو عند اللہ حسن و فی حدیث مرفوع ولا تجتمع أمتی علی الضلالۃ" حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس کام کو مسلمان اچھا جانیں، وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور حدیث مرفوع میں ہے کہ میری امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج1، ص224، مطبوعہ بیروت)

اس حدیث پاک سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان جس کو ثواب کا کام جانیں، وہ عند اللہ بھی کار ثواب ہے۔ نیز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کی باقاعدہ جماعت مقرر فرما کر فرمایا: "نعمت البدعۃ ھذہ" یہ تو بہت ہی اچھی بدعت ہے۔

(مشکوۃ شریف، ص115، مطبوعہ کراچی)

فقہاء وصوفیہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موقع پر ماتم اور غم کا تذکرہ کرنا بھی مناسب نہیں، بلکہ اس میں خوشی ہی کا اظہار ہونا چاہیے۔ چنانچہ سیدی

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "مجلس ملائک مآنس میلاد اقدس تو عظیم شادی وخوشی وعید اکبر کی مجلس ہے، اذکار غم وماتم اس کے مناسب نہیں، فقیر اس میں ذکر وفات والا بھی جیسا کہ بعض عوام میں رائج ہے، پسند نہیں کرتا، حالانکہ حضور کی حیات بھی ہمارے لیے خیر اور حضور کی وفات بھی ہمارے لیے خیر، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ اس تحریر کے بعد علامہ محدث سیدی محمد طاہر فتنی قدس سرہ الشریف کی تصریح نظر فقیر سے گزری، انہوں نے بھی اس رائے فقیر کی موافقت فرمائی، والحمدللہ رب العٰلمین۔

آخر کتاب مستطاب مجمع بحارالانوار میں فرماتے ہیں:" شهرالسرور والبهجة مظهر منبع الأنوار و الرحمة شهرربيع الأول، فإنه شهر أمرنا باظهار الحبور فيه كل عام، فلا نكدره باسم الوفاة، فانه يشبه تجديد الماتم وقد نصوا على كراهيته كل عام في سيدنا الحسين مع أنه ليس له أصل في أمهات البلاد الاسلامية وقد تحاشوا عن اسمه في أعراس الأولياء فكيف في سيّد الأصفياء صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "یعنی ماہ مبارک ربیع الاول خوشی وشادمانی کا مہینہ ہے اور سرچشمہ انوار رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ ظہور ہے، ہمیں حکم ہے کہ ہر سال اس میں خوشی کریں، تو اسے وفات کے نام سے مکدر نہ کریں گے کہ یہ تجدید ماتم کے مشابہ ہے اور بیشک علمانے تصریح کی کہ ہر سال جو سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ماتم کیا جاتا ہے، شرعاً مکروہ ہے اور خاص اسلامی شہروں میں اس کی کچھ بنیاد نہیں، اولیائے کرام کے عرسوں میں نام ماتم سے احتراز کرتے ہیں، تو حضور پرنور سید الاصفیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معاملہ میں اسے کیونکر پسند کرسکتے ہیں۔ فالحمد لله على ما ألهم والله سبحٰنه و تعالى أعلم۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج24، ص516، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

اس کی مزید تفصیل کے لیے امامِ اہلسنت مجدد دین وملت سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد

رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے فتاویٰ بنام فتاویٰ رضویہ تخریج شدہ جلد 23 ص 759 پر موجود فتوے اور اسی طرح جاء الحق وغیرہ کُتب جو میلاد کے موضوع پر لکھی گئی ہیں، ان کا مطالعہ فرمائیں۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبــــــــــــــــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
محمد نوید چشتی

فتویٰ: 03

کیا فتاویٰ رضویہ میں تاریخِ ولادت 8 ربیع الاول لکھی ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کچھ لوگوں نے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کا حوالہ دے کر ایک اسٹیکر شائع کیا ہے، جس میں درج ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالے "نطق الھلال" فتاویٰ رضویہ، جلد 26 میں لکھا ہے کہ ولادت (پیدائش) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم 8 ربیع الاول ہے اور وفات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم 12 ربیع الاول ہے۔ کیا واقعی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا یہی موقف ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت 8 ربیع الاول کو ہوئی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی تحقیق یہی ہے کہ جشن ولادت بارہ ربیع الاول کو منایا جائے۔

فتاویٰ رضویہ جلد 26 صفحہ 411 پر ہے۔ "اس (ولادت کی تاریخ کے بارے) میں اقوال بہت مختلف ہیں: دو، آٹھ، دس، بارہ، سترہ، اٹھارہ، بائیس، سات (7) قول ہیں، مگر اشہر واکثر ومأخوذ و

معتبر بارہویں ہے۔ مکہ معظّمہ میں ہمیشہ اسی تاریخ کو مکانِ مولِد اقدس کی زیارت کرتے ہیں۔ کما فی المواھب والمدارج (جیسا کہ مواہب لدنیہ اور مدارج نبوت میں ہے) اور خاص اس مکانِ جنت نِشان میں اسی تاریخ میں مجلسِ میلادِ مقدس ہوتی ہے۔"

فتاویٰ رضویہ جلد 26 صفحہ 427 پر ہے: ''شرع مطہر میں مشہور بینَ الجمہور ہونے کے لئے وقعت عظیم ہے (یعنی جو موقف اکثر علما کا ہو وہ خود ایک بہت بڑی دلیل ہوتی ہے) اور مشہور عند الجمہور 12 ربیعُ الاوّل ہے اور علمِ ہیأت وزیجات کے حساب سے روزِ ولادت شریف 8 ربیع الاوّل ہے۔"

مزید فرماتے ہیں ''تعامل مسلمین حرمین شریفین ومصر وشام بلاد اسلام وہندوستان میں بارہ ہی پر ہے۔ اس پر عمل کیا جائے۔ الخ" (فتاویٰ رضویہ، ج26، ص427، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جب کوئی محققِ وقت کسی مسئلے پر قلم اٹھاتا ہے، تو وہ اس مسئلے سے متعلق مختلف لوگوں کی آراء اور اقوال بھی نقل کرتا ہے۔ اس مقام پر امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے اسی طرح کا طرزِ عمل اختیار کرتے ہوئے مختلف لوگوں کے موقف کو بھی بیان فرمایا اور علم زیج والوں کا قول بھی نقل کیا کہ وہ تمام کے تمام آٹھ ربیع الاول کو یوم ولادت قرار دیتے ہیں۔

محض آدھی بات کو لے کر پروپیگنڈا کرنا اور اس بات کو چھوڑ دینا کہ امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے جمہور کا موقف کس تاریخ کو قرار دیا ہے اور کس تاریخ کو جشن ولادت منانے کی تاکید کی ہے، انصاف کے خلاف اور غلط روش ہے۔ خود امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنے اشعار میں بارہویں تاریخ ہی کو لے کر لمحات مسرّت ہونا بیان کیا اور برادر اعلیٰ حضرت نے تو ایک پورا کلام ہی ''بارہویں تاریخ" کا قافیہ لے کر کہا ہے اور ان کا وصال امام اہلسنت کی زندگی ہی میں ہوا اور امام اہلسنت ان کے کلام کے پڑھنے کی تاکید کرتے رہے۔ پھر یہ کہنا اور تاثر دینا کہ 12 تاریخ کو جشن ولادت منانا امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے مَنْشا کے خلاف ہے، بہت

بڑی زیادتی ہے۔

و اللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

فتویٰ:04

ولادتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تمام عورتوں کو بیٹے عطا ہوئے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ جس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، اس سال اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تمام عورتوں کو بیٹے عطا فرمائے تھے، کیا اس کی کوئی اصل ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

جی ہاں! جس سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، اس سال اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تمام عورتوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے بیٹے عطا فرمائے تھے۔

جیسا کہ المواہب اللدنیہ میں ہے: ”وروی ابو نعیم عن عمرو بن قتیبۃ قال: سمعت ابی، وکان من اوعیۃ العلم، قال: لما حضرت ولادتہ آمنۃ قال اللہ تعالی لملائکتہ افتحوا ابواب السماء کلھا، وابواب الجنان، والبست الشمس یومئذ نورا عظیما، وکان قد اذن اللہ تعالی تلک السنۃ لنساء الدنیا ان یحملن ذکورا کرامۃ لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم۔“ ترجمہ: ابو نعیم عمرو بن قتیبہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے اور وہ علوم کے مخزن تھے کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں ولادت کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: تمام آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دو اور اس دن سورج کو بہت

زیادہ روشنی عطا کی گئی اور اس سال سارے جہاں کی عورتوں کے لیے بہ حرمت محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اولاد نرینہ سے حاملہ ہوں۔

(المواھب اللدنیہ، ج1، ص65، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

الخصائص الکبریٰ میں ہے: "وکان قد اذن اللہ تعالی تلک السنۃ لنساء الدنیا ان یحملن ذکورا کرامۃ لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم۔" ترجمہ: اور اس سال سارے جہاں کی عورتوں کے لیے بہ حرمت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اولاد نرینہ سے حاملہ ہوں۔

(الخصائص الکبری، ج1، ص80، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

و اللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

ربیع الاول میں ڈیکوریشن و چراغاں

فتویٰ:05

کیا میلاد کے موقع پر سجاوٹ کرنا فضول خرچی ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر ہمارے گاؤں کی گلیوں اور بازاروں میں چراغاں کیا جاتا ہے، جس میں 30 سے 35 لاکھ کا سامان ایک ہی بار خریدا جاچکا ہے اور پھر ہر سال چار سے آٹھ لاکھ روپے مزید جمع کرکے سارا انتظام کیا جاتا ہے، جس سے ہمارا مقصود اپنی آخرت کی بہتری اور اپنے دلوں میں عظمت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو اُجاگر کرنا ہوتا ہے، جس کا فائدہ یہ ہوا کہ گاؤں کے بچے بچے کے دل میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی عظمت داخل ہوچکی ہے اور اس سجاوٹ میں مسجد نبوی، خانہ کعبہ اور بالخصوص گنبد خضرا کی شبیہ بھی بنائی جاتی ہے۔ آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ:

(1) کیا گلیوں اور بازاروں میں سجاوٹ کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(2) ہمارا یہ سارا انتظام کرنا اسراف میں تو داخل نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(1) پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی خوشی میں شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے گلیوں اور بازاروں میں چراغاں کرنا اور سجاوٹ کرنا، نیز گنبد خضرا، مسجد نبوی اور خانہ کعبہ کی شبیہ بنانا شرعاً جائز و مستحسن ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ عزوجل کی رحمت ہیں اور اللہ عزوجل نے اپنی رحمت پر خوشی منانے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کی نعمت بھی ہیں اور اللہ عزوجل نے اپنی نعمت کا چرچا کرنے کا حکم قرآن کریم میں دیا ہے اور خوشی کرنے کے انداز کا دارومدار عرف پر ہے۔ ہمارے زمانہ میں چونکہ خوشی کے موقع پر (مثلاً: شادی، سالگرہ اور 14 اگست کے موقع پر) لائٹنگ کی جاتی ہے، گھروں اور گلیوں وغیرہ کو سجایا جاتا ہے، لہٰذا سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے صدقہ تمام نعمتیں ملی ہیں، اُن کی ولادت کی خوشی میں بھی اگر چراغاں کیا جائے، تو یہ بالکل جائز ہے۔

قرآن کریم میں ہے: ﴿وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝۱۱﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (پارہ 30، سورۃ الضحیٰ، آیت 11)

ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔ (پارہ 17، سورۃ الانبیاء، آیت 107)

اللہ کے فضل اور رحمت پر خوشی کرنے کا حکم ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: تم فرماؤ اللہ

ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہئے کہ خوشی کریں، وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔ (پارہ 11، سورہ یونس، آیت 58)

حضرت ابو العاص کی والدہ بیان کرتی ہیں: ”شهدت آمنة لما ولدت رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما ضربها المخاض نظرت إلى النجوم تدلى، حتى إني أقول لتقعن على، فلما ولدت، خرج منها نور أضاء له البيت الذى نحن فيه والدار، فما شىء أنظر إليه، إلا نور“ ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے موقع پر میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھی، جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کا وقت قریب ہوا، تو میں نے دیکھا کہ ستارے اتنے قریب ہوگئے کہ میں نے کہا کہ ستارے مجھ پر گر جائیں گے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو ایسا نور نکلا جس سے ہمارا کمرہ اور پورا گھر روشن ہوگیا، پس میں جس چیز کی طرف بھی دیکھتی نور ہی نظر آتا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، باب الیاء، اُم عثمان بنت ابی العاص، ج25، ص147، مطبوعہ القاھرہ)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی 1367ھ) فرماتے ہیں: ”روضہ منورہ کی صحیح نقل بنا کر بقصد تبرک رکھنا جائز ہے۔ جس طرح کاغذ پر اس کا فوٹو بہت سے مسلمان رکھتے ہیں، یونہی اگر پتھر وغیرہ کی عمارت بنائیں، تو اس میں اصلا حرج نہیں۔ جانور کی تمثال حرام وناجائز ہے۔ غیر ذی روح کی تصویر میں کوئی قباحت نہیں۔ نقشہ نعلین مبارک کو ائمہ وعلماء جائز بتاتے اور اس کے مکان میں رکھنے کو سبب برکت جانتے ہیں۔ شبیہ روضہ کا بھی وہی حکم ہے۔“

(فتاویٰ امجدیہ، ج4، ص25، مکتبہ رضویہ، کراچی)

اور پھر مسلمان نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی میں چراغاں کرنے کو اچھا

سمجھتے ہیں اور جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہی ہوتا ہے، لہذا ولادت پاک کی خوشی میں چراغاں کرنا بھی اچھا ہے۔ در مختار میں ہے:" للعرف۔ وقال علیہ الصلاۃ والسلام: ما رآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن" ترجمہ: (اور حمام کو اجارہ پر دینا جائز ہے) عرف کی وجہ سے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہوتا ہے۔

(در مختار مع رد المحتار، کتاب الاجارہ، ج6، ص52، دار الفکر، بیروت)

مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:" خوشی کا اظہار جس جائز طریقہ سے ہو وہ مستحب اور بہت ہی باعث برکت اور رحمت الٰہی کے نزول کا سبب ہے۔"

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:" قرآن کریم میں ارشاد ہوا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴾ اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو اور حضور علیہ السلام کی دنیا میں تشریف آوری تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہے کہ رب تعالیٰ نے اس پر احسان جتایا ہے، اس کا چرچا کرنا اسی آیت پر عمل ہے۔ آج کسی کے فرزند پیدا ہو، تو ہر سال تاریخ پیدائش پر سالگرہ کا جشن کرتا ہے۔ کسی کو سلطنت ملی، تو ہر سال اس تاریخ پر جشن جلوس مناتا ہے، تو جس تاریخ کو دنیا میں سب سے بڑی نعمت آئی اس پر خوشی منانا کیوں منع ہو گا؟" (جاء الحق، ص221، مکتبہ اسلامیہ، لاہور)

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر جو چراغاں کرنا ہو، اس میں ڈائریکٹ مین تاروں سے بجلی حاصل نہ کی جائے، بلکہ اپنے میٹروں سے بجلی لی جائے۔ اس طرح بجلی لینا عرفاً چوری کہلاتا ہے اور قانوناً جرم بھی ہے۔ لہذا ایسا کرنا، ناجائز ہے۔

(2)اورآپ کا چراغاں اور سجاوٹ کرنے میں شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے جو مال خرچ ہو وہ اسراف میں بالکل بھی داخل نہیں ، کیونکہ نیکی کے کاموں میں مال جتنا بھی خرچ کیا جائے، اس کو اسراف نہیں کہا جاسکتا۔

تفسیر کشاف اور تفسیر مدارک التنزیل میں ہے:''لا خیرفی الإسراف، لاإسراف فی الخیر''

ترجمہ: اسراف میں کوئی بھلائی نہیں اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے میں کوئی اسراف نہیں۔

(ملخصاً، تفسیر کشاف، سورۃ الفرقان، تحت الآیۃ67،ج3،ص293،دارالکتاب الاعرابی،بیروت)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن(متوفی1340ھ)فرماتے ہیں :''علماء فرماتے ہیں:''لَاخَیْرَ فِی الْاِسْرَافِ وَلَا اِسْرَافَ فِی الْخَیْرِ''یعنی اسراف میں کوئی بھلائی نہیں اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے میں کوئی اسراف نہیں۔ جس شے سے تعظیمِ ذکر شریف مقصود ہو، ہر گز ممنوع نہیں ہوسکتی۔ امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نے اِحیاءُ العلوم شریف میں سید ابو علی رودباری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل کیا کہ ایک بندہ صالح نے مجلسِ ذکر شریف ترتیب دی اور اس میں ایک ہزار شمعیں روشن کیں۔ ایک شخص ظاہر بین پہنچے اور یہ کیفیت دیکھ کر واپس جانے لگے۔ بانی مجلس نے ہاتھ پکڑا اور اندر لے جاکر فرمایا کہ جو شمع میں نے غیرِ خدا کے لیے روشن کی ہو وہ بجھا دیجئے۔ کوششیں کی جاتی تھیں اور کوئی شمع ٹھنڈی نہ ہوتی ۔''(احیاء علوم الدین، الباب الاول، ج2، ص20، دارالمعرفۃ، بیروت)(ملفوظات اعلی حضرت، ص174، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــہ

مفتی ابو الحسن محمد ھاشم خان عطاری

فتویٰ:06

میلاد پر سجاوٹ کے بجائے کسی کی حاجت پوری کرنا چاہیے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میلاد شریف کے موقع پر جو شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے سجاوٹ وغیرہ کی جاتی ہے، بعض لوگ اس پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کے بجائے فلاحی کاموں، مثلاً: کسی حاجت مند کی حاجت پوری کرنے، کسی غریب کی بیٹی کی شادی کرنے وغیرہ کاموں میں اتنی رقم لگادی جاتی۔ حالانکہ ان لوگوں کا اصل مقصود جائز سجاوٹ وغیرہ سے روکنا ہوتا ہے، فلاحی کاموں میں رقم لگوانا مقصود نہیں ہوتا۔ اس طرح کرنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

میلاد شریف کے موقع پر شرعی حدود میں رہتے ہوئے سجاوٹ وچراغاں وغیرہ کرنا، شرعاً جائز ہے اور اچھی نیت مثلاً: اللہ تعالیٰ کی نعمت کا چرچا، نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے اظہار محبت وغیرہ سے ہو، تو باعث ثواب بھی ہے اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے، جائز کاموں پر اپنا مال خرچ کرنا شرع میں ممنوع نہیں ہے۔ فلاحی کاموں کی وجہ سے زندگی کے دوسرے شعبہ جات میں اس طرح کی پابندیاں ایسے لوگ نہیں لگاتے، مثلاً: ایسے لوگ یہ نہیں کہتے کہ: "لوگ انڈرائڈ موبائل کے بجائے سادہ معمولی قیمت والا موبائل لیں اور زائد رقم کو فلاحی کاموں پر خرچ کریں۔ گھروں کی ٹائلیں، مہنگے فانوس، قالین، پردے، صوفے، پلنگ، اے سی، کولر وغیرہ استعمال نہ کیے جائیں، کوٹھیوں اور بنگلوں وغیرہ بڑے گھروں میں کوئی نہ رہے، بلکہ بقدر ضرورت رقم استعمال کرکے بقیہ رقم فلاحی کاموں میں لگائی جائے۔ اسی طرح عمدہ کپڑے

کوئی نہ پہنے، عمدہ کھانے کوئی نہ کھائے، اچھے اسکولوں میں بچوں کو کوئی نہ پڑھائے، مہنگی گاڑیوں میں سفر کوئی نہ کرے، مہنگی گاڑیاں کوئی نہ خریدے، بقدر ضرورت یہ چیزیں لے کر بقیہ رقم فلاحی کاموں میں لگائی جائے، شادی کے موقع پر مہنگے ہوٹلوں میں عمدہ کھانوں وغیرہ کا انتظام نہ کیا جائے، جہیز کے نام پر کثیر رقم خرچ نہ کی جائے بلکہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ سلم نے اپنی شہزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سادہ جہیز دیا، اسی طرح آج بھی سادہ جہیز دیا جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔" بلکہ زندگی کے ان شعبہ جات میں خود یہ لوگ اپنے معاملے میں بھی اس اصول کو نہیں اپناتے، خود اپنی ذات کے لیے ساری سہولیات اپناتے ہیں، اس وقت غریبوں کی طرف بالکل دھیان نہیں جاتا، نیز شادی، جشن آزادی وغیرہ مواقع پر ہونے والی سجاوٹ ولائٹنگ پر بھی ان لوگوں کو غریبوں کا خیال نہیں آتا، جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان لوگوں کا مقصد صرف اور صرف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش مبارک کے موقع پر خوشی کرنے سے، سجاوٹ وغیرہ کرنے سے لوگوں کو روکنا ہے۔ حالانکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو زینت لوگوں کے لیے نکالی اسے کس نے حرام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کا چرچا کرنے کا حکم فرمایا ہے اور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یقیناً اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہیں اور اس عمل سے آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا خوب چرچا ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہر پیر شریف کو روزہ رکھ کر اپنا میلاد شریف منایا ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس عظیم نعمت کے ملنے پر جلسہ سجایا ہے، جس پر رب رحمٰن جل جلالہ نے ان کی تعریف فرمائی ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ﴾ ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے

بندوں کے لیے نکالی اور پاک رزق۔ (پارہ8،سورۃ الاعراف،آیت32)

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے:﴿وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ترجمہ کنزالایمان: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (پارہ30،سورۃ الضحیٰ،آیت11)

بخاری شریف میں ہے:"محمد صلى الله تعالى عليه وآله وسلم نعمة الله"ترجمہ: حضرت محمد صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی کی نعمت ہیں۔

(صحیح البخاری،کتاب المغازی،ج05،ص76،دار طوق النجاۃ)

صحیح مسلم شریف میں ہے:"أن رسول الله صلى الله عليه وسلم سئل عن صوم الاثنين فقال: فيه ولدت وفيه أنزل على"ترجمہ:اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے پیر شریف کے روزے کے متعلق سوال کیا گیا،تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:اسی دن میری پیدائش ہوئی اور اسی میں مجھ پر نزول وحی کی ابتداء ہوئی۔

(الصحیح لمسلم،کتاب الصیام،ج02،ص820،بیروت)

سنن نسائی شریف میں ہے:"قال معاوية رضى الله عنه: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج على حلقة يعني من أصحابه فقال:«ما أجلسكم» قالوا: جلسنا ندعو الله ونحمده على ما هدانا لدينه، ومن علينا بك، قال: «آلله ما أجلسكم إلا ذلك» قالوا: آلله ما أجلسنا إلا ذلك، قال:«أما إني لم أستحلفكم تهمة لكم، وإنما أتاني جبريل عليه السلام فأخبرني أن الله عز وجل يباهي بكم الملائكة»"ترجمہ:حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب علیہم الرضوان کے ایک حلقہ کے پاس تشریف لائے تو فرمایا:کس چیز نے تمہیں یہاں بٹھایا ہے؟انہوں نے عرض کی:ہم اللہ تعالی کو پکار رہے ہیں اور اس کی تعریف کر رہے ہیں اس پر کہ اس نے ہمیں اپنے دین پر چلایا اور

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے ہم پر احسان فرمایا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ کی قسم دیتے ہو کہ تمہیں صرف اسی بات نے یہاں بٹھایا ہے۔ انہوں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ ہمیں صرف اسی بات نے یہاں بٹھایا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سنو میں نے تم پر تہمت کی وجہ سے تم سے قسم نہیں لی، میرے پاس جبریل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم آئے، تو انہوں نے مجھے بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے تم پر فخر فرمارہا ہے۔

(سنن نسائی، کتاب آداب القضاۃ، ج08، ص249، مطبوعہ حلب)

و اللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح	کتبـــــــــــــــہ
مفتی محمد ہاشم خان عطاری	المتخصص فی الفقہ الاسلامی
	محمد عرفان مدنی عطاری

فتویٰ:07

عورتوں کے آنے کا احتمال ہو تو چراغاں کرنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ماہ ربیع الاول میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں جو گلیاں اور بازار سجائے جاتے ہیں اور لائٹنگ کی جاتی ہے۔ عورتیں اسے دیکھنے آتی ہیں، جس سے بدنگاہی کا احتمال ہوتا ہے، لہٰذا اس مسئلے کی وجہ سے سجاوٹ چھوڑ دی جائے یا جاری رکھی جائے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

سید المرسلین، خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد مبارک کے مہینے ربیع الاوّل میں مسلمان بالخصوص اللہ تعالیٰ کے اس عمیم و عظیم فضل ورحمت کے حاصل ہونے پر بطور تشکر

اظہار مسرت و تحدیث نعمت کے لیے مروّجہ جائز طریقے جیسے: لائٹنگ کرنا اور پھولوں کی لڑیوں وغیرہ سے گلی محلے سجانا وغیرہ اختیار کرتے ہیں، یہ امور بلاشبہ شرعاً جائز و مستحسن ہیں، جس پر قرآن وسنّت اور علمائے امت سے کثیر دلائل موجود ہیں۔ رہی بات ان چند غیر شرعی باتوں کی کہ جو اس معاملے میں بعض جاہل اور ناسمجھ لوگوں کی طرف سے صادر ہوتی ہیں، جن میں سے بعض جگہوں پر بے پردہ عورتوں کا سجاوٹ دیکھنے آنا ہے، تو اس بنا پر وہ عمل کہ شریعت کی نظر میں مستحسن وخوب ہے، ہر گز ممنوع و ناجائز نہ ہو جائے گا، بلکہ وہ اچھا عمل باقی رکھتے ہوئے اس میں پیش آنے والی خرابی اور پیدا ہو جانے والی خامی دور کی جائے گی۔ جیسا کہ ایک ادنی فہم رکھنے والا شخص بھی اتنی سمجھ رکھتا ہے کہ مثلا: شادی جو یقیناً ایک اچھا فعل ہے، اسے لوگوں کی جاہلانہ غیر شرعی رسوم کی وجہ سے حرام قرار نہیں دیا جائے گا، بلکہ اس میں پائی جانے والی ناجائز باتیں ہی ختم کرنے کا کہا جائے گا۔ اسی طرح عام فہم انداز میں بات سمجھانے کے لیے مثال دی جاتی ہے کہ کپڑے پر نجاست لگ جائے، تو کپڑا نہیں پھاڑا جائے گا، بلکہ صرف نجاست دور کی جائے گی اور بہت موٹی عقل والے کو بھی یہ موٹی سی مثال ضرور سمجھ آسکتی ہے کہ ناک پر مکھی بیٹھتی ہو، تو خواہ کتنی ہی بار ایسا کرنا پڑے، مکھی ہی اڑائی جائے گی، ناک ہر گز نہیں کاٹیں گے، لہٰذا سوال میں مذکورہ صورت میں بھی ان عورتوں کے وہاں آنے کے سد باب کے لیے ممکنہ ضروری اقدامات کیے جائیں اور اپنا یہ اچھا عمل جاری رکھتے ہوئے اسے حتی الامکان غیر شرعی باتوں سے بچایا جائے۔

ایک موقع پر عورتوں مردوں کا اختلاط ہونے پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے عورتوں کو مردوں سے پیچھے اور ایک سائڈ پر رہ کر مردوں سے اختلاط سے منع فرما دیا۔ چنانچہ ابو داؤد شریف میں ہے: ”عن حمزة بن أبي أسيد الأنصاري عن أبيه، أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول: وهو خارج من المسجد فاختلط الرجال مع النساء في الطريق، فقال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للنساء: استأخرن، فإنه لیس لکن أن تحققن الطریق علیکن بحافات الطریق فکانت المرأۃ تلتصق بالجدار حتی إن ثوبها لیتعلق بالجدار من لصوقها به "یعنی روایت ہے حضرت ابو اُسید انصاری سے، انہوں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا آپ مسجد سے نکل رہے تھے، تو راستے میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہو گیا، تو عورتوں سے فرمایا: تم پیچھے رہو تمہیں یہ درست نہیں بیچ راستے میں چلو، تم راستے کے کنارے اختیار کرو، پھر عورت دیواروں سے مل کر چلتی تھی، حتی کہ اس کا کپڑا دیوار سے اُلجھتا تھا۔

(سنن ابی داؤد، ج4، ص369، مکتبہ عصریہ، بیروت)

امیر اہلسنت علامہ مولانا ابو البلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: "چراغاں دیکھنے کے لیے عورتوں کا اجنبی مردوں میں بے پردہ نکلنا حرام و شرمناک، نیز باپردہ عورتوں کا بھی مروجہ انداز میں مردوں میں اختلاط (یعنی خلط ملط ہونا) انتہائی افسوس ناک ہے۔"

(صبح بہاراں، ص23، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کے والد گرامی رئیس المتکلمین، خاتم المحققین، علامہ مفتی نقی علی خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اپنی کتابِ لاجواب "اصول الرشاد" کے پانچویں قاعدے کے بیان میں فرماتے ہیں: "فعلِ حسن مقارنت و مجاورتِ فعل قبیح سے، اگر حسن اس کا اس کے عدم سے مشروط نہیں، مذموم و متروک نہیں ہو جاتا، حدیثِ ولیمہ میں (جس میں طعامِ ولیمہ کو شر الطعام فرمایا) قبولِ ضیافت کی تاکید اور انکار پر اعتراضِ شدید ہے۔ رد المحتار میں در باب زیارت قبور لکھا ہے: قال ابن حجر فی فتاواہ: و لا تترک لما یحصل عندہ من المنکرات و المفاسد؛ لأن القربة لا تترک لمثل ذٰلك، بل علی الإنسان فعلها وإنکار البدع بل وإزالتها إن أمکن. قلت: یؤیدہ ما مر من عدم ترك اتباع الجنازۃ، وإن کان معها نساء نائحات، انتهی ملخصاً (یعنی امام ابن

حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا: اچھا عمل اس کے ساتھ ناجائز و خرابی والی باتیں واقع ہونے کی وجہ سے نہیں چھوڑا جائے گا کہ ایسی باتوں کے سبب نیکی نہیں چھوڑی جاتی، بلکہ انسان کے اوپر لازم ہے کہ وہ یہ کام کرے اور اس میں درپیش آنے والی بدعتوں کا انکار بلکہ ممکن ہو تو ازالہ کرے۔ میں کہتا ہوں: ان کے اس قول کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے، جو پیچھے گزری کہ جنازے کے ساتھ جانا ترک نہ کیا جائے، اگرچہ اس کے ساتھ نوحہ کرنے والی عورتیں ہوں۔ امام ابن حجر کی بات تلخیص کے طور پر مکمل ہوئی)۔"

(اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد، ص146، مکتبۃ برکات المدینہ، کراچی)

مزید فرمایا: "اصل اس باب میں یہ ہے کہ مستحسن کو مستحسن جانے اور قبیح کی ممانعت کرے۔ اگر قادر نہ ہو، اسے مکروہ سمجھے۔ ہاں اگر عوام کسی مستحسن کے ساتھ ارتکاب امرِ ناجائز کا لازم ٹھہرالیں اور بدون اس کے اصلِ مستحسن کو عمل ہی میں نہ لائیں، تو بنظرِ مصلحت احکام شرع کو اصل کی ممانعت و مزاحمت پہنچتی ہے۔ اسی نظر سے بعض علمانے ایسے افعال کی ممانعت کی ہے، لیکن چونکہ اس زمانہ میں خلق کی امور خیر کی طرف رغبت اور دین کی طرف توجہ نہیں اور مسائل کی تحقیق سے نفرت کلی رکھتے ہیں، نہ کسی سے دریافت کریں، نہ کسی کے کہنے پر عمل کرتے ہیں۔ ولہذا اکثر افعال خرابیوں کے ساتھ واقع ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ان کو چھوڑ دینے سے باک نہیں رکھتے۔ اب اصل کی ممانعت ہی خلاف مصلحت ہے۔ ولہذا علمائے دین نے ایسے امور کی ممانعت سے بھی (کہ فی نفسہ خیر اور بسبب بعض عوارضِ خارجیہ کے مکروہ ہوگئے) منع فرمایا، کما مر من الدر المختار: أما العوام فلا یمنعون من تکبیر و لا تنفل أصلاً، لقلة رغبتهم فی الخیرات (یعنی جیسا کہ در مختار کے حوالے سے گزرا کہ نیک کاموں میں رغبت کی کمی واقع ہونے کے سبب اب عوام کو تکبیریں کہنے اور نفل ادا کرنے سے بالکل منع نہ کریں گے) اور اسی نظر سے بحر الرائق میں لکھا: کسالی القوم إذا صلوا الفجر وقت الطلوع لا ینکر علیهم، لأنهم لو منعوا یترکونها أصلاً، و لو

صلوا يجوز عند أصحاب الحديث، و أداء الجائز عند البعض أولى من الترك أصلاً (یعنی قوم کے سست لوگ اگر طلوع آفتاب کے وقت نماز فجر ادا کریں، تو انہیں منع نہ کیا جائے، اس لیے کہ اگر انہیں منع کیا گیا، تو وہ بالکل ہی چھوڑ دیں، جبکہ اگر پڑھیں تو محدثین کے نزدیک جائز ہے، تو بعض کے نزدیک جائز بات پر عمل بالکل چھوڑ دینے سے بہتر ہے)۔ دیکھو ان اطبائے قلوب نے خلق کے مرضِ باطنی کو کس طرح تشخیص اور مناسب مرض کے کیسا عمدہ علاج تجویز کیا، جزاهم الله أحسن الجزاء، برخلاف اس کے نئے مذہب کے علما مسائل میں ہر طرح کی شدت کرتے ہیں اور مستحسنات ائمہ دین، مستحباتِ شرعِ متین کو شرک وبدعت ٹھہراتے ہیں۔ تمام ہمت ان حضرات کی نیک کاموں کے مٹانے میں (جو فی الجملہ رونق اسلام کے باعث ہیں) مصروف ہے۔

(اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد، ص148، مکتبۃ برکات المدینہ، کراچی)

و اللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی محمد ہاشم خان عطاری

کتبــــــــــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
ابو رجا محمد نور المصطفی عطاری مدنی

چراغاں اور چندہ

فتویٰ: 08

مسجد کے چندے سے چراغاں کرنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ کیا مسجد کے چندے سے مسجد میں چراغاں کرنے کے لیے لائٹیں خرید سکتے ہیں یا نہیں؟ خریدنے میں یہ آسانی ہے کہ کرائے پر لینے کی بنسبت آجکل بہت کم قیمت پر لائٹیں خریدی جاسکتی ہیں اور مختلف مواقع یعنی شب براءت اور رمضان المبارک میں بڑی راتوں میں چراغاں کرنے میں آسانی رہے گی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مسجد کا چندہ مسجد کے مصارف معہودہ یعنی عمومی اخراجات جو مسجد میں کیے جاتے ہیں، کے لیے دیا جاتا ہے مثلاً تعمیرات، یوٹیلٹی بلز کی ادائیگی، امام ومؤذن، خادمین کے وظائف اور صفائی ستھرائی میں ہونے والے اخراجات وغیرہ۔

اسی چندے سے مسجد کے چراغاں کرنے کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر چندہ دینے والوں کی صَراحۃً یا دَلالۃً اجازت ہو، تو کرسکتے ہیں ورنہ نہیں۔ صَراحت سے مراد یہ ہے کہ مسجد کے لیے چندہ لیتے وقت کہہ دیا کہ ہم آپ کے چندے سے جشنِ ولادت اور دیگر مبارک راتوں کے مواقع پر مسجِد میں روشنی بھی کریں گے اور اُس نے اجازت دے دی اور دلالت یہ ہے کہ چندہ دینے والے کو معلوم ہے کہ اِس مسجِد پر جشنِ ولادت اور دیگر بڑی راتوں کے مواقع پر اور رمضان المبارک کی بڑی راتوں میں چَراغاں ہوتا ہے اور اُس میں مسجِد ہی کا چندہ استِعمال کیا جاتا ہے۔

صراحۃ یا دلالۃ اجازت ہونے کی صورت میں خرید کر، یا کرایہ پر دونوں صورتوں میں اجازت ہے اور وہ صورت اختیار کی جائے، جس سے مسجد کے لئے زیادہ نفع ہو۔

اور سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ الگ سے مسجد میں ربیع الاول کے ساتھ ساتھ مختلف مواقع پر چراغاں کرنے کے لیے لائٹیں خریدنے کا چندہ کرلیں، یا کسی مخیر سے کہیں، وہ یہ لائٹیں لے کر مسجد کو دیدے۔

صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ سے فتاویٰ امجدیہ میں سوال ہوا کہ:

"اگر کوئی شخص بڑی رقم یا مکان وغیرہ یا چند لوگ چندہ کر کے ایک معقول رقم مسجد میں اس غرض سے دیں کہ اس رقم سے ختمِ تراویح کے موقع پر اور ربیع الاول میں بعد وعظ شیرینی تقسیم

کی جاوے اور واعظ صاحب کو اور تراویح خواں حافظ صاحب کو کچھ رقم اس میں دی جائے اور رمضان المبارک کی ستائیسویں شب اور شب عیدین وغیرہ مبارک راتوں میں خوب روشنی کی جائے تو شرعاً یہ امور مذکورہ رقم سے کرنا درست ہیں یا نہیں؟"

آپ نے جواب ارشاد فرمایا: "یہ امور مذکورہ جائز ہیں، واعظ یا حافظ کی خدمت ایک پسندیدہ امر ہے، یونہی بعد ختم تراویح یا بعد میلاد شریف شیرینی کا تقسیم کرنا بھی جائز۔ مبارک راتوں میں جہاں کثرت روشنی کا رواج ہے تو اس میں بھی کوئی قباحت نہیں کہ اس سے مقصود اظہار شوکت اسلام ہے اور عوام کے ذہنوں میں ان راتوں کی عظمت کا متمکن کرنا جس طرح حرمین طیبین کی دونوں مسجدوں میں بکثرت روشنی ہوتی ہے اور فقہا بھی اسے جائز بتاتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ اگر کہیں دوسری جگہ بھی عادت ہو جائے تو جواز کا حکم ہوگا، یوں ہی اگر دینے والا رات بھر مسجد میں چراغ جلانے کے لیے رقم دے تو رات بھر جلائیں گے، وقت ضرورت تک ہی نہ رکھیں گے۔ عالمگیری میں ہے "ولا یجوز أن یترك فیه كل اللیل إلا فی موضع جرت العادة فیه بذلك كمسجد بیت المقدس ومسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمسجد الحرام أو شرط الواقف تركه فیه كل اللیل كما جرت العادة به فی زماننا، كذا فی البحر الرائق، جن لوگوں نے رقوم یا مکان وغیرہ اس لیے دیئے کہ امور مذکورہ میں صرف ہوں تو ان کی رائے کے موافق صرف کریں، ان کے علاوہ دوسرے امور میں وہ رقم صرف نہیں کی جاسکتی۔"

(فتاویٰ امجدیہ، ج3، ص120، 122، مکتبہ رضویہ، کراچی)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: "جب عطیہ وچندہ پر آمدنی کا دارومدار ہے تو دینے والے جس مقصد کے لیے چندہ دیں یا کوئی اہل خیر جس مقصد کے متعلق اپنی جائیداد وقف کرے اسی مقصد میں وہ رقم یا آمدنی صرف کی جاسکتی ہے، دوسرے میں صرف کرنا جائز نہیں مثلاً اگر مدرسہ کے

لیے ہو تو مدرسہ پر صرف کی جائے اور مسجد کے لیے ہو تو مسجد پر اور قبرستان کی حد بندی کے لیے ہو تو اس پر، اور اگر دینے والے نے اس کا صرف کرنا متولیوں کی رائے پر رکھا ہو تو یہ اپنی رائے سے جس میں مناسب سمجھیں، صرف کرسکتے ہیں"

(فتاویٰ امجدیہ، ج3، ص42، مکتبہ رضویہ، کراچی)

وقار الفتاویٰ میں سوال ہوا"مسجد کی انتظامیہ نے الیکٹرک ڈیکوریشن کا سامان تیار کروایا جو کہ جھالریں اور دیگر اشیا کی صورت میں ہے، ڈیکوریشن کا یہ سامان تیار کرتے وقت نیت یہ تھی کہ یہ اشیاء مسجد کے لیے متبرک راتوں میں کام آئیں گی اور اس کے علاوہ مسجد کے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے بطور کرایہ جائز کاموں کے لیے مثلا جلسہ ہائے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں دی جائیں گی، آیا مسجد کی یہ جھالریں اور بورڈ وغیرہ جو کچھ بھی ہیں کرائے پر دینا جائز ہیں یا نہیں؟"

جواب ارشاد فرمایا"جن لوگوں نے مسجد کے مصارف کے لیے چندہ دیا تھا اس فنڈ سے یہ تمام چیزیں خریدنا جائز نہیں تھیں، خاص ان چیزوں کے لیے لوگوں سے چندہ لے کر اگر خریدی جائیں تو سوال مذکور میں یہ تمام امور درست ہوتے۔"

(وقار الفتاویٰ، ج2، ص327، بزم وقار الدین، کراچی)

امیر اہلسنت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری ضیائی دامت برکاتہم العالیہ چندے کے بارے میں سوال جواب میں یوں لکھتے ہیں:"سُوال: مسجِد کے چندے کی رقم سے مسجِد پر جشنِ ولادت کے دِنوں میں چَراغاں کرنا کیسا؟

جواب: اگر چندہ دینے والوں کی صَراحۃً یا دَلالۃً اجازت ہو تو کرسکتے ہیں ورنہ نہیں۔ صَراحۃً سے مُراد یہ ہے کہ مسجِد کے لیے چندہ لیتے وقت کہہ دیا کہ ہم آپ کے چندے سے جشنِ ولادت اور گیارھویں شریف، شبِ براءَت وغیرہ بڑی راتوں کے مواقع پر نیز رَمَضانُ المبارَک میں

مسجِد میں روشنی بھی کریں گے اور اُس نے اجازت دیدی۔ دَلَالۃً یہ ہے کہ چندہ دینے والے کو معلوم ہے کہ اِس مسجِد پر جشنِ ولادت اور دیگر بڑی راتوں کے مواقِع پر اور رَمَضانُ المبارَک میں چَراغاں ہوتا ہے اور اُس میں مسجِد ہی کا چندہ استِعمال کیا جاتا ہے۔ عافِیّت اِسی میں ہے کہ چَراغاں وغیرہ کے لئے الگ سے چندہ کیا جائے، جتنا چندہ ہو جائے اُسی سے چَراغاں کر لیا جائے اور چَراغاں میں جو کچھ بجلی خرچ ہوئی اُس کے پیسے بھی اُسی سے ادا کئے جائیں۔

(چندے کے بارے میں سوال جواب، صفحہ 20، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبـــــــــــــــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

فتویٰ:09

محفل میلاد سے بچ جانے والے چندے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ گیارہویں، بارہویں وغیرہ کی محفل کے لیے جمع کیے جانے والے چندہ میں سے اگر کچھ رقم بچ جائے، تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

چندہ جس غرض کے لیے جمع کیا جائے، اسی میں خرچ کرنا ضروری ہوتا ہے، اسے کسی دوسری غرض میں خرچ نہیں کر سکتے، لہٰذا گیارہویں، بارہویں وغیرہ کی محفل کے لیے جمع کیا

جانے والا چندہ اگر بچ جائے، تو اسے کسی دوسری غرض میں استعمال نہیں کر سکتے بلکہ ضروری ہے کہ اگر دینے والے یا ان کے انتقال کر جانے کی صورت میں ان کے ورثا معلوم ہوں، تو بحصہ رسد ان کو دے دیں یا جس کام میں خرچ کرنے کی وہ اجازت دیں، اسی میں خرچ کریں۔ ہاں اگر معلوم نہ ہوں تو بچ جانے والا وہ چندہ مثلِ مالِ لقطہ ہے اور کسی بھی نیک وجائز کام مثلاً کسی محفل یا مسجد و مدرسہ میں بھی خرچ کر سکتے ہیں اور کسی فقیر پر بھی صدقہ کر سکتے ہیں۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ چندہ کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "دینے والے جس مقصد کے لئے چندہ دیں یا کوئی اہلِ خیر جس مقصد کے لئے اپنی جائیداد وقف کرے، اوسی مقصد میں وہ رقم یا آمدنی صرف کی جاسکتی ہے۔ دوسرے میں صرف کرنا، جائز نہیں مثلاً اگر مدرسہ کے لئے ہو، تو مدرسہ پر صرف کی جائے اور مسجد کے لئے ہو تو مسجد پر۔" (فتاویٰ امجدیہ، ج3، ص42، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی)

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ ایک مخصوص مد میں جمع کیا جانے والا چندہ بچ گیا ہے، کیا اسے مسجد میں خرچ کر سکتے ہیں؟ تو آپ نے جواباً فرمایا: "چندہ جس کام کے لئے کیا گیا ہو، جب اس کے بعد بچے، تو وہ انہیں کی ملک ہے، جنہوں نے چندہ دیا ہے کما حققناہ فی فتاونا (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوی میں کی ہے) ان کو حصہ رسد واپس دیا جائے یا جس کام میں وہ کہیں، صَرف کیا جائے اور اگر دینے والوں کا پتا نہ چل سکے کہ ان کی کوئی فہرست نہ بنائی تھی، نہ یاد ہے کہ کس کس نے دیا اور کتنا دیا؟ تو وہ مثلِ مالِ لقطہ ہے، اسے مسجد میں صَرف کر سکتے ہیں۔" (فتاویٰ رضویہ، ج16، ص247، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:"چندہ کا روپیہ چندہ دینے والوں کی ملک رہتا ہے، جس کام کے لئے وہ دیں، جب اس میں صَرف نہ ہو تو فرض ہے کہ انہیں کو واپس دیا جائے یا کسی دوسرے کام کے لئے وہ اجازت دیں، ان میں جو نہ رہا ہو، ان کے وارثوں کو دیا جائے یا ان کے عاقل بالغ جس کام میں اجازت دیں، ہاں جو ان میں نہ رہا اور ان کے وارث بھی نہ رہے یا پتا نہیں چلتا یا معلوم نہیں ہو سکتا کہ کس کس سے لیا تھا، کیا کیا تھا، وہ مثلِ مالِ لقطہ ہے، مصارفِ خیر مثلِ مسجد اور مدرسۂ اہل سنت و مطبعِ اہلسنت وغیرہ میں صَرف ہو سکتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔" (فتاویٰ رضویہ، ج23، ص563، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی فضیل رضا عطاری

کتبــــــــــــــــــــــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

فتویٰ:10

محافل کا چندہ مسجد اور مسجد کا چندہ محافل میں استعمال کرنا

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ

(1) مسجد کی انتظامیہ محفلِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اور دیگر محافل کے لیے جو چندہ اکٹھا کرتی ہے اس میں سے محفل کے اَخراجات کے بعد جو چندہ بچ جائے اسے مسجد کے پیسوں میں جمع کر سکتی ہے یا نہیں؟

(2) اگر محفل کے لئے جمع کیا گیا چندہ کم پڑ جائے تو کیا مسجد کے پیسوں سے اس کمی کو پورا کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ ہمارے ہاں عام طور پر محافل کے لیے الگ سے چندہ کیا جاتا ہے، مسجد کے چندے سے محافل نہیں کی جاتیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(1) اس باقی ماندہ (یعنی باقی بچے ہوئے) چندے کو اس طرح مُطلقاً مسجد کے پیسوں میں جمع کرنا، جائز نہیں بلکہ اس طرح کے چندے میں کچھ تفصیل ہوتی ہے جو درج ذیل ہے کہ اولاً جن لوگوں نے یہ چندہ دیا تھا ان کو حصۂ رَسد کے مطابق واپس کرنا فرض ہے یا وہ جس کام میں کہیں اس میں لگا دیا جائے، اُن کی اِجازت کے بغیر کسی دوسرے کام میں اِستعمال کرنا حرام ہے اور اگر وہ فوت ہو چکے ہوں تو ان کے ورثا کو واپس کیا جائے اور اگر چندہ دینے والوں کا عِلم نہ ہو یا یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کس سے کتنا لیا تھا تو جس کام کے لئے چندہ لیا تھا اسی طرح کے دوسرے کام میں اِستعمال کریں اور اگر اس طرح کا دوسرا کام نہ ملے تو کسی فقیر کو دیدیا جائے یا مسجد و مدرسہ میں خرچ کر دیا جائے۔

حصۂ رَسد سے مرادیہ ہے کہ مثلاً 8 افراد نے 100، 100 روپے اور 4 افراد نے 50، 50 روپے چندہ دیا، اب اس 1000 روپے میں سے 600 روپے استعمال ہو گئے اور 400 بچ گئے تو 100 روپے دینے والوں میں سے ہر ایک کو 40 روپے اور 50 روپے دینے والوں میں سے ہر ایک کو 20 روپے واپس کرنے ہونگے۔

اس صورتِ حال سے بچنے کا آسان حل یہ ہے کہ محفل کے لیے چندہ کرتے ہوئے لوگوں سے اس طرح اجازت لے لی جائے کہ محفل سے جو پیسے باقی بچ جائیں گے وہ ہم مسجد کے چندے میں شامل کر لیں گے۔ اگر چندہ دینے والے اس کی اجازت دیدیتے ہیں تو پھر باقی رہ جانے والی رقم کو آپ مسجد کے چندہ میں شامل کر سکتے ہیں کہ ایک کام کے لئے دیے ہوئے مال میں سے باقی بچ جانے والے مال کو کسی دوسرے کام میں صَرف (خرچ) کرنے کا وکیل بنانا جائز و درست ہے۔

ہاں اگرچہ صراحتاً باقی بچ جانے والے چندے کو دوسرے کام میں صرف کرنے کا تذکرہ نہیں لیکن چونکہ سوال میں مذکور کام مختلف مہینوں میں ہوں گے تو دلالۃً یہی سمجھ آتا ہے کہ ہر پہلے کام سے بچ جانے والی رقم دوسرے کام میں صَرف (یعنی خرچ) ہو گی اور یہاں اس کی اجازت دی گئی ہے۔

(2)پوچھی گئی صورت میں مسجد کا چندہ محفل کے لئے استعمال کرنا، جائز نہیں کہ اس صورت میں جو چندہ مسجد کے لئے جمع کیا گیا ہے وہ صرف مسجد کی ضروریات و مَصَالح پر ہی خرچ ہو سکتا ہے، کسی دوسرے کام محفل وغیرہ میں خرچ کرنا ناجائز و گناہ ہے۔

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو الحسن محمد ھاشم خان عطاری

خواتین اور میلاد

فتویٰ:11

عورتوں کا بلند آواز سے تلاوت، نعت خوانی اور بیان کرنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میلاد شریف کی ایسی محافل جن میں صرف عورتیں ہی شریک ہوتی ہیں، ان میں عورتیں اتنی بلند آواز سے تلاوتِ قرآن مجید، نعت اور بیان کر سکتی ہیں کہ ان کی آواز محفل سے باہر غیر محرم مردوں تک جائے یا نہیں کر سکتیں؟ وضاحت فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

سب سے پہلے یہ بات یادرہے کہ نبی اکرم رسول محتشم محبوبِ ربِّ اکبر عزوجل وصلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد منانا کثیر برکات وحسنات کا موجب ہے۔اس کی فضیلت وبرکت قرآن پاک سے بھی خوب ظاہر ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اپنی رحمت وفضل پر خوشی منانے کا حکم ارشاد فرمایاہے۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝۵۸﴾ترجمہ کنزالایمان:"تم فرماؤ:اللہ عزوجل ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں،وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔"

(پارہ11،سورۂ یونس،آیت58)

اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل اپنی رحمت پر خوشی منانے کا حکم ارشاد فرمارہاہے اور بلاشک وشبہ حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بناکر بھیجا اور ان کے مبعوث فرمانے پر احسان بھی جتلایا۔چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام جہانوں کے لیے رحمت ہونے کے بارے میں اللہ رب العزت کا فرمانِ ذیشان ہے:﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ترجمہ کنزالایمان: "اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا،مگر رحمت سارے جہاں کے لیے۔"

(پارہ17،سورۃ الانبیاء،آیت107)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا﴾ترجمہ: کنزالایمان:"بے شک اللہ کابڑااحسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔"

(پارہ4،سورہ آل عمران،آیت164)

پہلی آیت کریمہ میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رحمت ہونے اور دوسری میں نعمت ہونے کاذکر ہے۔پھر جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم رحمت ونعمت ہیں،

تو ان کا میلاد منانا یعنی ان کے فضائل میں محافل کا اہتمام کرنا، اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار و چرچا کرنا ہے اور خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں اظہارِ نعمت اور اس کا چرچا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے: چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝۱۱﴾ ترجمہ کنز الایمان: ''اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔'' (پارہ 30، سورہ والضحیٰ، آیت 11)

پھر حضور علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کا میلاد منانا ایسی عظمت و فضیلت والا کام ہے کہ اس کی برکتیں نہ صرف مسلمانوں، بلکہ کافروں کو بھی پہنچتی ہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں ہے: ''ثويبة مولاة لأبي لهب كان أبو لهب أعتقها، فأرضعت النبي صلى الله عليه و سلم، فلما مات أبو لهب أريه بعض أهله بشر حيبة، قال له: ما ذا لقيت قال أبو لهب: لم ألق بعدكم غير أني سقيت في هذه بعتاقتي ثويبة'' ترجمہ: ثویبہ ابو لہب کی لونڈی تھی۔ ابو لہب نے اسے آزاد کر دیا اور اس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دودھ پلایا، تو جب ابو لہب مرا، اس کے بعض گھر والوں نے اسے بُرے حال میں دیکھا۔ اس نے ابو لہب سے کہا کہ تم نے (ہم سے جدا ہونے کے بعد) کیا پایا؟ ابو لہب نے کہا: تمہارے بعد میں نے کوئی بھلائی نہیں پائی، سوائے اس کے کہ مجھے اس انگلی سے ثویبہ لونڈی کو آزاد کرنے کے بدلے میں پانی پلایا جاتا ہے۔ (صحیح البخاری، ج2، ص270، مطبوعہ لاہور)

صحیح بخاری کی اس روایت کے تحت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''اس حدیث میں میلاد شریف والوں کے لیے حجت ہے کہ جو تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شبِ ولادت میں خوشیاں مناتے اور مال خرچ کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ باوجودیکہ ابو لہب کافر تھا اور اس کی مذمت قرآن میں نازل ہو چکی ہے، جب اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد کی خوشی کی اور اس نے اپنی باندی کو دودھ پلانے کی خاطر آزاد کر دیا، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے حق تعالیٰ نے اسے اس کا بدلہ عنایت فرمایا۔'' (مدارج النبوۃ، ج2 ص34، مطبوعہ ضیاء القرآن، کراچی)

نیز جہاں تک عورتوں کا میلاد کی محافل و مجالس میں نعتیں، بیانات و قرآن پاک پڑھنے کی بات ہے، تو ان کا میلاد و دیگر ذکر واذکار کی محافل منعقد کرنا بھی جائز و موجبِ اجر و ثواب ہے، لیکن اس میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ عورت کی آواز نامحرموں تک نہ جائے، ورنہ یعنی اگر عورت کی آواز اتنی بلند ہو کے غیر محرموں کو اس کی آواز پہنچے گی، تو اس کا اتنی بلند آواز سے پڑھنا ناجائز و گناہ ہو گا، خواہ اس کا یہ پڑھنا گلی میں ہو یا کھلے کمرے یا کسی اور جگہ کہ عورت کی خوش الحانی اجنبی سنے، محل فتنہ ہے اور اسی وجہ سے ناجائز ہے۔ چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: ''ناجائز ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے اور عورت کی خوش الحانی کہ اجنبی سنے محل فتنہ ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ، ج22، ص240، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دوسرے مقام پر اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''عورت کا خوش الحانی سے باآواز ایسا پڑھنا کہ نامحرموں کو اس کے نغمہ کی آواز جائے، حرام ہے۔ نوازل امام فقیہ ابو اللیث میں ہے: ''نغمۃ المرأۃ عورۃ'' یعنی عورت کا خوش آواز کر کے کچھ پڑھنا عورت یعنی محلِ ستر ہے۔

کافی امام ابو البرکات نسفی میں ہے: ''لا تلبی جھراً لان صوتھا عورۃ'' یعنی عورت بلند آواز سے تلبیہ نہ پڑھے، اس لیے کہ اس کی آواز قابلِ ستر ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ، ج22، ص242، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبـــــــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
محمد نوید چشتی

فتویٰ:12

عورت کا مائیک پر نعت پڑھنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورتوں کا مائیک پر خوش الحانی کے ساتھ اس طرح نعت خوانی وغیرہ محافل کا انعقاد کرنا کہ جس کی وجہ سے ان کی آواز نامحرموں تک جاتی ہو، جائز ہے یا نہیں؟ نیز ان کے شوہر، باپ، بھائی وغیرہ مَحارِم، جو انہیں اس طرح بلند آواز سے نعت شریف پڑھنے سے منع نہیں کرتے، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عورتوں کا مائیک وغیرہ پر خوش اِلحانی کے ساتھ اس طرح نعت خوانی اور دیگر محافل کرنا کہ جس سے ان کی آواز غیر مَردوں تک جاتی ہو، ناجائز و حرام اور ناراضگیِ خدا و مصطفیٰ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا سبب ہے، کیونکہ عورت کی خوش الحانی وترنم والی آواز بھی عورت یعنی پردہ کی چیز ہے اور اس کا غیر مَردوں تک جانا بے پردگی اور فساد کا باعث ہے۔ نیز جو عورتیں اس طرح کی محافل میں نعت خوانی یا بیان کرتی یا ان میں شرکت کرتی ہیں، ان کے شوہر، محارم یعنی باپ اور بھائی وغیرہ پر لازم ہے کہ انہیں اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضی سے ڈرا کر، خوفِ آخرت دلا کر سمجھائیں، باز رکھیں، اگر باز نہ آئیں، تو باپ وشوہر زبانی سمجھانے کے ساتھ ساتھ جائز سختی بھی بجالائیں، ترغیب کے ساتھ ساتھ ترہیب (ڈرانے) سے بھی کام لیں، الغرض سمجھانے، روکنے میں اپنی طرف سے بھرپور کوشش کریں، اس میں کسی قسم کی کوتاہی وسستی نہ برتیں، اگر باوجودِ قدرت بقدرِ طاقت نہیں روکیں گے یا اس میں کمی کریں گے، تو ان عورتوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی گنہگار اور عذابِ نار کے حقدار ہوں گے، البتہ

سمجھانے اور روکنے کی بھرپور کوشش اور باپ و شوہر کی جانب سے جائز سختی کر لینے کے باوجود بھی باز نہ آئیں، تو بمطابقِ قرآن کہ ایک جان دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھاتی، خود عورتیں گنہگار ہوں گی، محارم و شوہر پر کوئی گناہ والزام نہ ہو گا۔

حلبۃ المجلی میں ہے: ”نغمتها عورة لما فيه من الفتنة فان اصواتهن لاسيما ما كان منها رخيما عرضةٌ لتحريك شهوة سامعيه من الرجال ملخصا عورت کی ترنم والی آواز عورت (یعنی چھپانے کی چیز) ہے، اس لیے کہ وہ فتنے کا سبب ہے، کیونکہ ان کی آوازیں خاص طور پر کہ جب وہ ترنم والی ہوں، ان کے سننے والے مردوں کی خواہش کو ابھارنے والی ہیں۔

(حلبۃ المجلی، بیان ستر العورۃ، ج1، ص599، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محقق سیّد ابنِ عابدین شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”المراد بالنغمة ما فيه تمطيط و تليين لامجرد الصوت و الا لَمَا جاز كلامها مع الرجال اصلا لا في بيع و لا غيره وليس كذٰلك“ نغمہ سے مراد وہ آواز ہے جس میں لچک اور نرمی ہو نہ کہ مطلق آواز، ورنہ عورت کا مردوں کے ساتھ کلام کرنا بالکل جائز نہ ہوتا، نہ خرید و فروخت کے معاملات میں اور نہ اس کے علاوہ میں، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ (منحۃ الخالق علی البحر، باب شروط الصلوٰۃ، ج1، ص470، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا، چند عورتیں ایک ساتھ مل کر گھر میں میلاد شریف پڑھتی ہیں اور آواز باہر تک سنائی دیتی ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں آپ علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا: ”ناجائز ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے اور عورت کی خوش الحانی کہ اجنبی سنے، محلِ فتنہ ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج22، ص240، مطبوعہ رضا فاونڈیشن، لاہور)

ایک اور سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ”عورتوں کا اس طرح پڑھنا کہ ان کی

آواز نامحرم سنیں، باعثِ ثواب نہیں بلکہ گناہ ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج22، ص245، مطبوعہ رضا فاونڈیشن، لاہور)

گھر والوں کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے متعلق قرآنِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے:﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا ﴾ترجمہ کنز الایمان:"اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ۔" (پارہ28، سورۃ التحریم، آیت 06)

تفسیرِ خازن میں اس آیت کے تحت ہے:"یعنی مُروھم بالخیر و انھوھم عن الشر و علّموھم و ادّبوھم تَقُوھم بذٰلك"یعنی انہیں نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو اور انہیں علم و ادب کی تعلیم دو، اس طرح سے انہیں (جہنم کی آگ) سے بچاؤ۔ (تفسیرِ خازن، ج4، ص316، مطبوعہ پشاور)

حدیثِ پاک میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی امت کو حکم ارشاد فرمایا: "کلکم راع وکلکم مسئول فالامام راع و ھو مسئول والرجل راع علی اھلہ و ھو مسئول "تم سب نگران ہو اور تم میں سے ہر ایک سے (اس کے ماتحت افراد کے بارے میں) سوال کیا جائے گا۔ پس بادشاہ نگران ہے، اس سے سوال کیا جائے گا اور مرد اپنے گھر والوں کا نگران ہے، اس سے سوال کیا جائے گا۔ (صحیح البخاری، کتاب النکاح، ج2، ص285، حدیث5188، مطبوعہ لاہور)

شارحِ بخاری علامہ بدر الدین عَینی علیہ الرحمۃ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:"قالوا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم ھذا وقینا انفسنا فکیف باھلینا قال:تامرونھم بطاعة اللہ تعالیٰ و تنھونھم عن معاصی اللہ "صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے اپنے آپ کو بچالیا، پس اپنے گھر والوں کو کیسے بچائیں؟ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انہیں اللہ پاک کی فرمانبرداری

کرنے کا حکم دو اور اللہ پاک کی نافرمانی والے کاموں سے منع کرو۔

(عمدۃ القاری، کتاب النکاح، ج20، ص237، مطبوعہ کوئٹہ)

ناجائز کام سے اپنی طاقت کی بقدر روکنا فرض ہے۔ اس کے متعلق سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "اِزالۂ منکَر بقدرِ قدرت فرض ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج24، ص167، مطبوعہ رضا فاونڈیشن، لاہور)

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: "شوہر پر فرض ہے کہ اپنی عورت کو فسق سے روکے۔۔۔ تو یہ مرد کہ انہیں منع نہیں کرتے، خود فاسق ہیں۔۔۔ ہاں اگر یہ منع کرے، روکے، جس قدر اپنی قدرت ہے۔۔۔ صَرف کرے اور پھر عورت نہ مانے، تو مرد پر الزام نہ رہے گا۔ ملخصا"

(فتاویٰ رضویہ، ج06، ص484، مطبوعہ رضا فاونڈیشن، لاہور)

و اللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

فتویٰ:13

عورت کا برقع یا نقاب پہن کر ٹیلی ویژن پر نعت خوانی کرنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا کوئی عورت برقع یا نقاب پہن کر ٹیلی ویژن پر نعت خوانی کر سکتی ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

عورت کے لیے نعت شریف پڑھنا جائز و موجبِ اجر و ثواب ہے، لیکن اس میں اس بات کا

لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ عورت کی آواز نامحرموں تک نہ جائے، ورنہ یعنی اگر عورت کی آواز اتنی بلند ہو کہ غیر محرموں کو اس کی آواز پہنچے گی، تو اس کا اتنی بلند آواز سے پڑھنا ناجائز و گناہ ہو گا، خواہ اس کا یہ پڑھنا گھر میں ہو، محلے میں ہو، گلی میں ہو، کھلے کمرے میں ہو یا ٹیلی ویژن پر، کہ عورت کی خوش الحانی اجنبی سُنے، محلِ فتنہ ہے اور اسی وجہ سے ناجائز ہے۔ لہٰذا ٹیلی ویژن پر نعت پڑھنا عورت کے لیے مطلقاً ناجائز ہے، چاہے مکمل باپردہ رہ کر ہی کیوں نہ پڑھے، کیونکہ ٹیلی ویژن غیر محرم بھی دیکھتے اور سنتے ہیں اور ان تک بھی عورت کی خوش الحانی والی آواز پہنچتی ہے، ایسی صورت میں عورت کے لیے نعت پڑھنا جائز نہیں۔

و اللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبــــــــــــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
محمد نوید چشتی

فتویٰ:14

عورتوں کا چراغاں دیکھنے کے لیے نکلنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر ہمارے گاؤں کی گلیوں اور بازاروں میں چراغاں کیا جاتا ہے، جس کو دیکھنے کے لیے 13 اور 14 ربیع الاول کو لوگ بازاروں اور گلیوں میں جمع ہوتے ہیں اور مَردوں عورتوں کا جمِ غفیر ہوتا ہے۔ اس جمِ غفیر میں مردوں عورتوں کا اختلاط بھی ہوتا ہے۔ عورتوں میں بعض بے پردہ اور بعض باپردہ ہوتی ہیں۔ شرعی لحاظ سے یہ کیسا ہے؟ اگر درست نہیں ہے، تو عورتوں کو بھی ایسی سجاوٹ دیکھنے کی خواہش ہوتی ہے، اس خواہش کو کیسے پورا کیا جائے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عورتوں کا چراغاں دیکھنے کے لیے گھر سے بے پردہ نکلنا ناجائز وحرام ہے اور چونکہ اس جمِ غفیر میں مرد و عورت کا اختلاط بھی ہوتا ہے، لہٰذا باپردہ نکلنے کی بھی اجازت نہیں ہے اور اللہ اوراُس کے رسول (عز وجل و صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں شریعت پر عمل کرنے کا حکم فرمایا ہے، اپنی خواہش پر عمل کرنے کا نہیں فرمایا، لہٰذا حکمِ شریعت پر عمل کرنا چاہیے اور نفس کی جو خواہش شریعت کے خلاف ہو، اُس سے بچنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ۪ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ۪ وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّؕ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں، مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں، مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں، جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں یا نوکر، بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچے، جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگھار۔ (پارہ 18، سورۃ النور، آیت 31)

صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی ﴿وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "یعنی عورتیں گھر کے اندر چلنے پھرنے میں بھی پاؤں اِس قدر آہستہ رکھیں کہ ان کے زیور کی جھنکار نہ سُنی جائے۔ مسئلہ: اِسی لئے چاہئے کہ عورتیں باجے دار جھانجن نہ پہنیں۔ حدیث شریف میں ہے: "اللہ عزوجل اُس قوم کی دُعا نہیں قبول فرماتا، جن کی عورَتیں جھانجن پہنتی ہوں۔" اس سے سمجھنا چاہئے کہ جب زیور کی آواز عدمِ قَبولِ دُعا (یعنی دعا قبول نہ ہونے) کا سبب ہے، تو خاص عورت کی (اپنی) آواز (کا بِلا اجازتِ شَرعی غیر مردوں تک پہنچنا) اور اس کی بے پردَگی کیسی موجِبِ غضبِ الٰہی (عزوجل) ہوگی؟ پردے کی طرف سے بے پروائی تباہی کا سبب ہے۔ (تفسیر احمدی وغیرہ)۔"

(تفسیر خزائن العرفان، سورۃ النور، ص656، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ابوداؤد شریف میں ہے: "عن حمزة بن أبي أسيد الأنصاري عن أبيه أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: وهو خارج من المسجد فاختلط الرجال مع النساء في الطريق، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم للنساء: استأخرن فانه ليس لكن أن تحققن الطريق عليكن بحافات الطريق فكانت المرأة تلتصق بالجدار حتى ان ثوبها ليتعلق بالجدار من لصوقها به" ترجمہ: حضرت ابو اُسید انصاری روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکل رہے تھے، تو راستہ میں مرد عورتوں کے ساتھ خلط ملط ہوگئے، تو عورتوں سے فرمایا: تم پیچھے رہو، تمہیں یہ حق نہیں، کیونکہ تمہارے لیے بیچ راستہ میں چلنا مناسب نہیں، تم راستہ کے کنارے اختیار کرو، پھر عورت دیواروں سے مل کر چلتی تھی حتی کہ اس کا کپڑا دیوار سے اُلجھتا تھا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی مشی النساء مع الرجال، ج4، ص369، مطبوعہ بیروت)

امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "بے پردہ بایں معنی کہ جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے، ان میں سے کچھ کھلا ہو، جیسے سر کے بالوں کا کچھ حصہ یا گلے یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی جز، تو اس طور پر تو عورت کو غیر محرم کے سامنے جانا مطلقاً حرام ہے خواہ وہ پیر ہو یا عالم ہو یا عامی جوان ہو یا بوڑھا۔" (فتاویٰ رضویہ، ج22، ص240، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مفتی اعظم پاکستان مفتی وقارالدین علیہ رحمۃ اللہ المبین فرماتے ہیں: "بے حجابانہ طور پر عورتوں کا (گھر سے) نکلنا ناجائز و حرام ہے۔ اور ان کے لئے سخت وعید ہے۔"

(وقارالفتاویٰ، ج3، ص148، بزم وقارالدین، کراچی)

امیر اہلسنت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: "چراغاں دیکھنے کے لیے عورتوں کا اَجنبی مردوں میں بے پردہ نکلنا حرام و شرمناک۔ نیز باپردہ عورتوں کا بھی مروّجہ انداز میں مردوں میں اختلاط (یعنی خَلط مَلط ہونا) انتہائی افسوس ناک ہے۔"

(صبح بہاراں، ص23، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابوالحسن محمد ہاشم خان عطاری

نقش نعلین پاک

فتویٰ:15

نقش نعلین پاک کی فضیلت اور چند احکام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

(1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نعلین پاک کا نقش لگانے کی کیا فضیلت وفائدہ ہے؟

(2) نقشِ نعلین پاک کو زمین پر رکھنا کیسا؟

(3) اگر کوئی شخص کہے کہ یہ نقش نعلین مبارک جو لوگوں میں مشہور ہے، اصل نہیں ہے، آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نعلین مبارک اور قسم کا تھا، اس لیے وہ نعلین مبارک نہ لگانے دے، تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوهاب اللھم هداية الحق والصواب

(1) ہمارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کا نقش بنا کر اپنے پاس رکھنا یا لگانا باعث برکت ہے، جس کے فوائد بے شمار ہیں اور اس کی فضیلت وبرکت پر ائمہ کرام نے باقاعدہ کتب تصنیف فرمائیں اور ان میں نعلین پاک کے نقشے تحریر فرمائے اور نقش مبارک کو بوسہ دینے، آنکھوں سے لگانے، سر پر رکھنے کا حکم فرماتے رہے اور دفعِ امراض (بیماری دور کرنے) وحصولِ اغراض (غرض ومقصد حاصل کرنے) میں اس سے توسل کرتے رہے اور بفضلِ الٰہی عظیم وجلیل برکات وآثار اس سے پاتے رہے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں جس کے پاس نعلین مبارک کا نقش ہو گا، وہ ظالموں کے ظلم، حاسدوں کی نظر اور شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا اور جو ہمیشہ پاس رکھے گا، لوگوں میں معزز ہو گا، اسے زیارت روضہ مقدسہ نصیب ہو گی یا خواب میں زیارتِ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم سے مشرف ہو گا، جس قافلہ میں نقشِ نعل پاک ہو، نہ لُٹے، جس کشتی میں ہو نہ ڈوبے، جس مال میں ہو چوری نہ ہو، جس حاجت میں اس سے توسل کیا جائے پوری ہو، جس مراد کی نیت سے پاس رکھیں پوری ہو، اس باب میں حکایت صلحاء وروایات علماء بہت زیادہ ہیں۔

علامہ محمد بن احمد بن علی فاسی قصری مطالع المسرات میں فرماتے ہیں: ”وقد استنابوا

مثال النعل عن النعل وجعلوه له من الاكرام و الاحترام ما للمنوب عنه و ذكروا له خواصا و بركات وقد جربت وقال فيه اشعارا كثيرة والفوا في صورته و رووه بالاسانيد وقد قال القائل:۔

اذا ماالشوق اقلقني اليها	ولم اظفر بمطلوبي لديها
نقشت مثالها في الكف نقشا	وقلت لنا ظري قصرا عليها

علمائے کرام نے نعلِ مقدس کے نقش کو نعل مقدس کا قائم مقام بنایا اور اس کے لیے وہی اکرام واحترام جو اصل کے لیے تھا، ثابت ٹھہرایا اور اس نقشِ مبارک کے لیے خواص وبرکات ذکر فرمائے اور بلاشبہ وہ تجربے میں آئے اور اس میں کثیر اشعار کہے اور اس کی تصویر میں کتب تالیف کیں اور اسے سندوں کے ساتھ روایت کیا اور کہنے والے نے کہا: جب اس کی آتش شوق میرے سینے میں بھڑکتی ہے اور اس کا دیدار میسر نہیں ہوتا، تو اس کی تصویر ہاتھ پر کھینچ کر آنکھ سے کہتا ہوں اسی پر بس کر۔“ (مطالع المسرات، ص144، المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ، فیصل آباد)

امام قسطلانی نے لکھا کہ ابواسحاق ابراہیم بن الحاج فرماتے ہیں کہ ان کے شیخ الشیخ ابوالقاسم بن محمد نے فرمایا: ”ومما جرب من بركته ان من امسكه عنده متبركا به كان له امانا من بغي البغاة وغلبة العداة وحرزا من كل شيطان مارد وعين كل حاسد وان امسكت المرأة الحامل بيمينها وقد اشتد عليها الطلق تيسر امرها بحول الله تعالى وقوته“ یعنی: نقشِ نعل مبارک کی آزمائی ہوئی برکات سے یہ ہے کہ جو شخص تبرک کی نیت سے اسے اپنے پاس رکھے، ظالموں کے ظلم اور دشمنوں کے غلبے سے امان پائے اور وہ نقشِ مبارک کی برکت سے ہر شیطان سرکش سے اور حاسد کی نظر سے محفوظ ہو جائے اور حاملہ عورت دردزہ کی شدت میں اگر اسے

اپنے داہنے ہاتھ میں لے، بعنایت الٰہی اس کا کام آسان ہو۔

(المواھب اللدنیہ، المقصد الثالث، ج2، ص467، المکتب الاسلامی، بیروت)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: "اسی طرح طبقۃً فطبقۃً شرقاً غرباً عرباً عجماً علمائے دین وائمہ معتمدین نعل مطہر حضور سید البشر علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام کے نقشے کاغذوں پر بناتے کتابوں میں تحریر فرماتے آئے اور انہیں بوسہ دینے آنکھوں سے لگانے سر پر رکھنے کا حکم فرماتے رہے اور دفعِ امراض وحصول اغراض میں اس سے توسل فرمایا کیے اور بفضل الٰہی عظیم وجلیل برکات وآثار اس سے پایا کیے۔

علامہ ابوالیمن ابن عساکر وشیخ ابواسحٰق ابراہیم بن محمد بن خلف سلمی وغیرہما علمانے اس باب میں مستقل کتابیں تصنیف کیں اور علامہ احمد مقتری کی فتح المتعال فی مدح خیر النعال اس مسئلہ میں اجمع وانفع تصانیف سے ہے۔ محدث علامہ ابوالربیع سلیمان بن سالم کلاعی وقاضی شمس الدین ضیف اللہ رشیدی وشیخ فتح اللہ بیلونی حلبی معاصر علامہ مقتری وسید محمد موسیٰ حسینی مالکی معاصر علامہ ممدوح وشیخ محمد بن فرج سبتی وشیخ محمد بن رشید فہری سبتی وعلامہ احمد بن محمد تلمسانی موصوف وعلامہ ابوالیمن ابن عساکر وعلامہ ابوالحکم مالک بن عبدالرحمن بن علی مغربی وامام ابوبکر احمد ابومحمد عبداللہ بن حسین انصاری قرطبی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نقشہ نعل مقدس کی مدح میں قصائد عالیہ تصنیف فرمائے، ان سب میں اسے بوسہ دینے سر پر رکھنے کا حکم واستحسان مذکور اور یہی مواہب لدنیہ امام احمد قسطلانی وشرح مواہب علامہ زرقانی وغیرہما کتب جلیلہ میں مسطور وقد لخصنا اکثر ذٰلك فی کتابنا المزبور۔ (اور ہم نے اکثر کا خلاصہ اپنی مذکورہ کتاب میں ذکر کیا ہے۔)

علماء فرماتے ہیں جس کے پاس یہ نقشہ متبرکہ ہو ظلم ظالمین وشر شیطان وچشم زخم حاسدین

سے محفوظ رہے۔ عورت دردزہ کے وقت اپنے داہنے ہاتھ میں لے آسانی ہو، جو ہمیشہ پاس رکھے نگاہ خلق میں معزز ہو زیارت روضہ مقدس نصیب ہو یا خواب میں زیارت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہو، جس لشکر میں ہو نہ بھاگے، جس قافلہ میں ہو نہ لٹے، جس کشتی میں ہو نہ ڈوبے، جس مال میں ہو نہ چُرے، جس حاجت میں اس سے توسل کیا جائے پوری ہو، جس مراد کی نیت سے پاس رکھیں حاصل ہو، موضع درد ومرض پر اسے رکھ کر شفائیں ملی ہیں، مہلکوں مصیبتوں میں اس سے توسل کرکے نجات وفلاح کی راہیں کھلی ہیں، اس باب میں حکایاتِ صلحا وروایات علما بکثرت ہیں کہ امام تلسمانی وغیرہ نے فتح المتعال وغیرہ میں ذکر فرمائیں۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج21، ص413، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) اس سوال کا جواب بھی گزشتہ جواب سے واضح ہو چکا کہ نقشِ نعلینِ مبارک کی تعظیم کا حکم ہے اور ہر اس چیز کی تعظیم کا حکم ہے، جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ علاقہ ہو یا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پاک سے مشہور ہو اور نقش نعلین پاک کی تعظیم بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے ہی ہے اور نقش مبارک کو زمین پر رکھنا خلاف تعظیم و بے ادبی ہے کہ ہمارے عُرف میں اسے بے ادبی سمجھا جاتا ہے اور امورِ ادب میں اعتبار عرف کا ہی ہے، کوئی عاشقِ رسول تو کبھی گوارہ نہیں کرے گا کہ نعلین مبارک کا نقشِ پاک جس کی جگہ سر اور سینہ ہے، زمین پر رکھا جائے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "تواتر سے ثابت کہ جس چیز کو کسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی علاقہ بدن اقدس سے چھونے کا ہو تا صحابہ وتابعین وائمہ دین ہمیشہ اس کی تعظیم وحرمت اور اس سے طلب برکت فرماتے آئے اور دین حق کے معظم اماموں نے تصریح فرمائی ہے کہ اس کے لیے کسی سند کی بھی حاجت نہیں، بلکہ وہ چیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

نام پاک سے مشہور ہو، اس کی تعظیم شعائر دین سے ہے۔شفا شریف ومواہب لدنیہ ومدارج شریف وغیرہا میں ہے:"من اعظامه صلى الله تعالى عليه وسلم اعظامه جميع اسبابه ومالمسه او عرف به صلى الله تعالى عليه وسلم "یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تعظیم میں سے ہے، ان تمام اشیاء کی تعظیم جن کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے کچھ علاقہ ہو اور جسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چھوا ہو یا جو حضور کے نام پاک سے مشہور ہو۔یہاں تک کہ برابر ائمہ دین وعلمائے معتمدین نعل اقدس کی شبیہ ومثال کی تعظیم فرماتے رہے اور اس سے صدہا عجیب مددیں پائیں اور اس کے باب میں مستقل کتابیں تصنیف فرمائیں۔"

(فتاوی رضویہ، ج21، ص414، 415، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:"امورِ ادب میں قطعاً عُرف کا اعتبار۔امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:فیحال علی المعهود حال قصد التعظیم، تعظیم مقصود ہونے کے وقت اسے عُرف پر محمول کیا جائے گا۔" (فتاویٰ رضویہ، ج5، ص650، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

مزید اسی میں ہے:"قرآن مجید اگرچہ دس غلافوں میں ہو، پاخانے (بیت الخلا) میں لے جانا بلاشبہہ مسلمانوں کی نگاہ میں شنیع اور اُن کے عُرف میں بے ادبی ٹھہرے گا اور ادب وتوہین کا مدار عُرف پر ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، ج4، ص609، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

(3) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی نعلین مبارک کا جو نقش مسلمانوں میں معروف و مشہور ہے، یہ نقش اصل نعلین مبارک کے مطابق ہی ہے، تبع تابعین کے زمانے سے ہر دور کے علماء اس کے نقشے لیتے رہے، اپنی کتابوں میں چھاپتے رہے اور اس کی برکات بیان کرتے رہے ہیں، جس سے امت میں نقش نعلین پاک کی شہرت ہو گئی اور کسی شے کا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نام سے عوام وخواص میں مشہور ہو جانا ہی اس کی تعظیم وادب کے لیے کافی ہے،

اس کے لیے علم یقینی یا سند محدّثانہ کی اصلاً حاجت نہیں ہوتی، لہٰذا اس شخص کا یہ دعویٰ کہ یہ نقش اصل نہیں باطل ہے کہ دعویٰ بلا دلیل ہے اور اس کا اپنے باطل خیال کو پیش کر کے لوگوں کو نقش نعلین پاک کی تعظیم و ادب سے روکنا اس کی بدنصیبی و سخت محرومی ہے۔

امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاویٰ رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: "ایسی جگہ ثبوت یقینی یا سند محدثانہ کی اصلاً حاجت نہیں اس کی تحقیق و تنقیح کے پیچھے پڑنا اور بغیر اس کے تعظیم و تبرک سے باز رہنا سخت محرومی کم نصیبی ہے۔ ائمہ دین نے صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام سے اس شے کا معروف ہونا، کافی سمجھا ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج21، ص412، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزید فتاویٰ رضویہ میں ہے: "دین حق کے معظم اماموں نے تصریح فرمائی ہے کہ اس کے لیے کسی سند کی بھی حاجت نہیں بلکہ وہ چیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک سے مشہور ہو اس کی تعظیم شعائرِ دین سے ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، ج21، ص415، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نام پاک سے کسی شے کا مشہور ہو جانا ہی تعظیم و ادب کے لیے کافی ہے، سند کی اصلاً حاجت نہیں، لیکن پھر بھی ائمہ نے احادیث کی طرح نقشِ نعلین پاک کی باہتمام تام روایتیں کی ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں ہے: "اب ہم بنظر اختصار ان باقی ائمہ واعلام کے بعض گرامی نام شمار کرنے پر اقتصار کریں **جنہوں نے نقشہ مبارکہ بنوایا، بنا کر اپنے تلامذہ کو عطا فرمایا۔** اس سے تبرک کیا، اس کی مدحیں لکھیں، اس سے فیض و برکت حاصل کرنے، اسے سر آنکھوں پر رکھنے، بوسہ دینے کی ترغیبیں کیں، احادیث کی طرح باہتمام تام اس کی روایتیں فرمائیں، جسے تفصیل دیکھنی ہو فتح المتعال وغیرہ کی طرف رجوع لائے، وباللہ التوفیق۔

(۲۶) امام اجل ابو اویس عبد اللہ بن عبد اللہ بن اویس ابو الفضل بن مالک بن ابی عامر اصبحی مدنی کہ اکابر علماء مدینہ طیبہ وائمہ محدثین ورجال صحیح مسلم وسنن ابی داؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ اور تبع تابعین کے طبقہ اعلیٰ سے ہیں، امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہنوئی اور بھتیجے یعنی ان کے حقیقی چچازاد بھائی کے بیٹے ہیں، 167ھ میں انتقال فرمایا: انہوں نے خود اپنے واسطے امام مالک وغیرہ اکابر تابعین وتبع تابعین کے زمانے میں **نعل اقدس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مثال بنوا کر اپنے پاس رکھی اور قرناً فقرناً اس مثال کے نقشے ہر طبقے کے علما لیتے رہے۔**

(۲۷) ان کے صاحبزادے امام مالک کے بھانجے اسمٰعیل بن ابی اویس کہ امام بخاری وامام مسلم کے استاذ اور رجال صحیحین اور اتباع تبع تابعین کے طبقہ اعلیٰ سے ہیں اور امام شافعی وامام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے معاصر، 226 ہجری میں وفات پائی (۲۸) ان کے شاگرد ابو یحییٰ بن ابی میسرہ (۲۹) ان کے تلمیذ ابو محمد ابراہیم بن سہل سبتی (۳۰) ان کے شاگرد ابو سعید عبد الرحمن بن محمد بن عبد اللہ مکی، (۳۱) ان کے تلمیذ محمد بن جعفر تمیمی (۳۲) ان کے تلمیذ محمد بن الحسین الفارسی، (۳۳) ان کے شاگرد شیخ ابو زکریا عبد الرحیم بن احمد بن نصر بن اسحاق بخاری، (۳۴) ان کے تلمیذ شیخ فقیہ ابو القاسم حلی ابن عبد السلام بن حسن رمیلی (۳۵) ان کے شاگرد شیخ عیاض (۳۶) دوسرے تلمیذ اجل امام اکمل حافظ الحدیث قاضی ابو بکر بن العربی اشبیلی اندلسی (۳۷) ان دونوں کے شاگرد امام ابن العربی کے صاحبزادے فقیہ ابو زید عبد الرحمن بن محمد بن عبد اللہ (۳۸) ان کے تلمیذ ابن الحیہ (۳۹) ان کے شاگرد شیخ ابن البر تونسی (۴۰) ان کے تلمیذ شیخ ابن فہد مکی (۴۱) امام اجل ابن العربی ممدوح کے دوسرے شاگرد ابو القاسم خلف بن بشکوال (۴۲) ان کے تلمیذ ابو جعفر احمد بن علی اوسی جن کے شاگرد ابو القاسم بن محمد اور ان کے تلمیذ ابو اسحق ابراہیم بن الحاج ان کے شاگرد ابو الیمن ابن عساکر مذکورین ہیں جن کے

اقوال طیبہ اوپر مرقوم ہوئے(۴۳) امام اسمعیل بن ابی اویس مدنی ممدوح کے دوسرے تلمیذ ابواسحق ابراہیم ابن الحسین(۴۴)ان کے شاگرد محمد بن احمد خزاری اصبہانی(۴۵)ان کے تلمیذ ابوعثان سعید بن حسن تستری(۴۶)ان کے شاگرد ابو بکر محمد بن علی منقری(۴۷)ان کے تلمیذ ابوطالب عبد اللہ بن حسن بن احمد عنبری(۴۸) ان کے شاگرد ابو محمد عبد العزیز بن احمد کنانی (۴۹)ان کے تلمیذ ابو محمد ہبۃ اللہ بن احمد بن محمد اکفانی دمشقی(۵۰)ان کے شاگرد حافظ ابوطاہر احمد بن محمد بن احمد اسکندرانی(۵۱) ان کے تلمیذ ابوعبد اللہ محمد بن عبد الرحمن تجیبی(۵۲) ان کے شاگرد ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ سبتی ان کے تلمیذ ابواسحق ابراہیم بن الحاج سلمٰی ممدوح ان کے شاگرد ابن عساکر(۵۳) ان کے تلمیذ بدر فارقی، یہ تین سلسلے مثل سلاسل حدیث تھے۔ ۔۔۔۔بالجملہ مزار اقدس کا نقشہ تابعین کرام اور نعل مبارک کی تصویر تبع تابعین اعلام سے ثابت اور جب سے آج تک ہر قرن وطبقہ کے علماوصلحامیں معمول اور رائج، ہمیشہ اکابر دین ان سے تبرک کرتے اور ان کی تکریم وتعظیم رکھتے آئے ہیں، تو اب انہیں بدعت شنیعہ اور شرک وحرام نہ کہے گا، مگر جاہل بیباک یا گمراہ بددین مریض القلب ناپاک والعیاذ باللہ من مہاوی الہلاک۔ آج کل کے کسی نو آموز قاصر ناقص فاتر کی بات ان اکابر ائمہ دین واعاظم علماء معتمدین کے ارشادات عالیہ کے حضور کسی ذی عقل دیندار کے نزدیک کیا وقعت رکھتی ہے، عاقل منصف کے لیے اسی قدر کافی ہے۔“

(ملخصًا من فتاویٰ رضویہ، ج21، ص453 تا456، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو الحسن محمد ہاشم خان عطاری

فتویٰ:16

نقش نعلین پاک مسجد کی محراب میں لگانا

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کا نقش مسجد میں محراب کے اندر لگا ہوا ہے اور امام کے سر سے اونچا ہے معلوم یہ کرنا ہے کہ محرابِ مسجد میں اس طرح نقشِ نعلین مبارک لگانے میں کوئی حرج تو نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃالحق و الصواب

دریافت کی گئی صورت میں اس طرح محرابِ مسجد میں نقش نعلین مبارک لگانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ باعث برکت ہے۔

تفصیل اس میں یہ ہے کہ دیوارِ قبلہ اور محراب میں نعلین پاک کے عکوس یا تحریر یا مقدس مقامات کے ماڈل لگانا اس صورت میں مکروہ ہے جب کہ وہ اتنے نیچے ہوں کہ حالتِ قیام میں سجدہ کی جگہ پر نظر رکھنے کی صورت میں نمازی کو نظر آئیں کیونکہ ایسی صورت میں وہ نمازی کی توجہ کے بٹنے کا سبب بنیں گے، لیکن صورتِ مسئولہ میں نعلین مبارک کا عکس چونکہ اتنا اونچا ہے کہ حالت قیام میں اگر سجدہ کی جگہ پر نظر ہو گی تو اس پر نظر نہیں پڑے گی لہٰذا اس طرح لگانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بنیت تبرک یوں لگانا باعث برکت ہے۔

اور اگر اتنا بلند نہیں تو ضرور موقع کراہت میں ہے اور اس میں اندرونی وبیرونی محراب کا تفرقہ نہیں مسجد کا درجہ مسقف و صحن دونوں مسجد ہیں، اس حالت میں چاہئے کہ اس تحریر پر نمازوں کے اوقات میں غلاف ڈال دیں۔

علمائے کرام نے نعلین مقدس کے نقشے کو اصل نعلین کے قائم مقام بتایا اور اس کے لیے

وہی اکرام واحترام جو اصل کے لئے تھا ثابت ٹھہرایا اور اس نقشہ مبارکہ کو پاس رکھنے اور لگانے کے خواص وبرکات ذکر فرمائے اور خود علماء اس کی تعظیم اور ان سے برکت حاصل کرتے آئے اور اس باب میں اہل ایمان کے لئے روح افزا ارشادات فرمائے بلکہ اس بارے میں مستقل تصانیف لکھیں۔

و اللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو الحسن محمد ہاشم خان عطاری

فتویٰ:17

نقش نعلین کے اوپر یا اس کے اَطراف میں مقدس تحریر لکھنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ نقش نعلین کہ جو تبرک کی نیت سے گھر میں رکھے جاتے ہیں اگر کوئی شخص مارکیٹ میں ملنے والی تصویر لینے کے بجائے اپنے ہاتھ سے نقش بنا کر حصول برکت کی نیت سے رکھے تو کیا اس سے بھی برکت حاصل ہو گی یا یہ عکسی تصویر ہی کے ساتھ خاص ہے؟ نیز نقش نعلین کے اوپر یا اطراف میں اللہ عزوجل اور رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ تحریر کرنا کیسا ہے؟ بیان فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعلین مقدس کا نقش بنا کر رکھنا، مستحسن اور بابرکت عمل ہے اور جس طرح کیمرہ وغیرہ کی پرنٹ شدہ نقش نعلین کی تصویر رکھنا جائز و مستحسن ہے یونہی ہاتھ سے نقش مبارک بنا کر رکھنا بھی باعث برکت اور اچھا عمل ہے کیونکہ تصویر خواہ کیمرے کے ذریعے لی گئی ہو یا ہاتھ سے بنائی گئی ہو، حکم کے اعتبار سے ان میں کچھ فرق نہیں ہے۔ہاں ہاتھ

سے بناتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی جو محبت دل میں مزید پیدا ہو گی اور خالص توجہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی طرف دیر تک قائم ہو گی اس کے تو کہنے ہی کیا ہیں اس لیے عشق رسول میں ڈوب کر صحیح نقش نعلین شریفین ہاتھ سے بنانا تو بہت بہتر بات ہے۔

پھر نعلین مقدس کا نقش بنانا، اس سے برکتیں حاصل کرنا تبع تابعین کے مبارک زمانہ سے آج تک مسلمانوں میں رائج ہے۔ جبکہ کیمرہ وغیرہ نوایجاد چیزیں ہیں۔ ایک دو صدی قبل تک ان کا وجود ہی نہیں تھا پہلے ہاتھ ہی سے نقش نعلین شریفین بنائی جاتی تھی صدیوں سے ان ہاتھ سے بنے ہوئے نقوش ہی سے برکت حاصل کی جاتی رہی تو اس بارے میں کچھ خیال پیدا ہونے اور اس بارے میں سوال کی گنجائش ہی پیدا نہیں ہوتی، الغرض نقش نعلین سے حاصل ہونے والی برکتیں کیمرہ کی تصویر کے ساتھ ہرگز خاص نہیں بلکہ کیمرہ کی عکسی تصویر اور ہاتھ سے بنائے ہوئے نقش دونوں اس حکم میں برابر ہیں۔

نقش نعلین سے متعلق سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں: "طبقۃً فطبقۃً شرقاً غرباً عجماً عرباً علمائے دین اور ائمہ معتمدین **نعل مطہر حضور سید البشر علیہ افضل الصلاۃ واکمل السلام کے نقشے کاغذوں پر بناتے، کتابوں میں تحریر فرماتے آئے ہیں اور انہیں** بوسہ دینے آنکھوں سے لگانے سر پر رکھنے کا حکم فرماتے رہے اور دفع امراض وحصول اغراض میں اس سے توسل فرمایا کئے اور بفضل الٰہی عظیم وجلیل برکات وآثار اس سے پایا کیے۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج21، ص413، رضا فاونڈیشن، لاہور)

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ نے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ کا نقش اور نقش نعلین کے جواز وبرکات سے متعلق تفصیلی رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام "شفاء الوالہ فی صور الحبیب و مزارہ و نعالہ" ہے۔ اس میں آپ علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے

ہیں :"بالجملہ مزار اقدس کا نقشہ تابعین کرام اور نعل مبارک کی تصویر تبع تابعین اعلام سے ثابت اور جب سے آج تک ہر قرن وطبقہ کے علماء وصلحامیں معمول ورائج، ہمیشہ اکابر دین ان سے تبرک کرتے اور ان کی تکریم وتعظیم رکھتے آئے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، ج21، ص456، مطبوعہ رضافاونڈیشن، لاہور)

نیز نقش نعلین کے اطراف یا اوپر اللہ عزوجل اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نام تحریر کرنا، جائز ہے۔ یہ بے ادبی نہیں۔ چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ نقش نعلین پر بسم اللہ شریف تحریر کرنے سے متعلق ارشاد فرماتے ہیں :"اور بسم اللہ شریف اس پر لکھنے میں کچھ حرج نہیں، اگر یہ خیال کیجئے کہ نعل مقدس قطعاً تاج فرق اہل ایماں مگر اللہ عزوجل کا نام وکلام ہر شی سے اجل واعظم وارفع واعلیٰ ہے، یوہیں تمثال میں بھی احتراز چاہیئے تو یہ قیاس مع الفارق ہے۔ اگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے عرض کی جاتی کہ نام الٰہی یا بسم اللہ شریف حضور کی نعل اقدس مقدس پر لکھی جائے تو پسند نہ فرماتے مگر اس قدر ضروری ہے کہ نعل بحالت استعمال و تمثال محفوظ عن الابتذال میں تفاوت بدیہی ہے۔ (یعنی حقیقی استعمالی نعلین شریف اور استعمال سے محفوظ وجدا نقش کے درمیان واضح فرق ہے) اور اعمال کا مدار نیت پر ہے، امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے جانورانِ صدقہ کی رانوں پر حبیس فی سبیل اللہ (یعنی اللہ کی راہ میں وقف ہے) داغ فرمایا تھا، حالانکہ ان کی رانیں بہت محل بے احتیاطی ہیں۔ الخ"

(فتاویٰ رضویہ، ج21، ص414، 413، رضافاونڈیشن لاہور)

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "دستی وعکسی (تصویر) میں صرف تخفیف عمل کا فرق ہے جیسے پیادہ اور ریل۔ جہاں جانا شرعاً حرام ہے پیادہ وریل دونوں یکساں ہیں، وہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں مجھے پاوں کو حرکت دینی نہ پڑی، نہ منزل منزل ٹھہرتا

گیا، بالجملہ تصویر عکسی و دستی کے بنانے، رکھنے سب باتوں کے احکام قطعاً ایک ہیں اور فرق کی کوئی وجہ نہیں۔" (فتاویٰ رضویہ، ج24، ص567، مطبوعہ رضافاونڈیشن لاہور)

و اللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

فتویٰ:18

نقش نعلین یا روضہ اقدس کی تصویر بنانا اور تعظیم کرنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس یا نعل پاک کی تصویر اور نقش بنانا اور ان کی تعظیم و تکریم کرنا کیسا ہے؟ اس بارے میں رہنمائی فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ اقدس یا نعل پاک کی تصویر اور نقش بنانا، جائز ہے اور ان کی تعظیم و تکریم ہر مسلمان کے ایمان کا تقاضا ہے۔ روضہ اقدس اور نعلین شریفین کے نقش اور ان سے برکتوں کا حصول چودھویں صدی کی ایجاد نہیں، بلکہ نقشِ روضہ اقدس کا ثبوت تابعین اور نقش نعل پاک کا ثبوت تبع تابعین سے ہے جب سے آج تک ہر دور اور طبقہ کے علماء و صلحاء میں معمول اور رائج رہا ہے، اور شرقاً غرباً ہر دور کے علمائے دین و ائمہ معتمدین، اکابر دین انہیں بوسہ دینے، آنکھوں سے لگانے، سر پر رکھنے کا حکم فرماتے رہے اور ان سے برکت حاصل کرتے اور ان کی تکریم و تعظیم کرتے آئے ہیں۔ اور اس کا انکار کرنا اور اس

کے خلاف زبان درازی کرنا اس صدی کی بدعت ہے۔

چنانچہ حضرت علامہ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اپنی مشہور زمانہ کتاب "مدارج النبوۃ" میں نقش نعلین شریفین کے متعلق فرماتے ہیں: "بعض علماء نے نعلین شریفین کی تمثال و نقشے میں علیحدہ رسالے لکھے ہیں اور اس سے برکت و نفع اور فضل حاصل ہونا بیان کیا ہے اور مواہب میں اس کا تجربہ لکھا کہ مقام درد پر نعلین شریفین کا نقشہ رکھنے سے درد سے نجات ملتی ہے اور پاس رکھنے سے راہ میں لوٹ مار سے محافظت ہو جاتی ہے اور شیطان کے مکر و فریب سے امان میں رہتا ہے اور حاسد کے شر و فساد سے محفوظ رہتا ہے مسافت طے کرنے میں آسانی ہوتی ہے اس کی تعریف و مدح اور اس کے فضائل میں قصیدے لکھے گئے ہیں۔"

(مدارج النبوۃ مترجم، ج1، ص577، مطبوعہ لاہور)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ "شفاء الوالہ فی صور الحبیب و مزارہ و نعالہ" میں اس مسئلے پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "بالجملہ مزار اقدس کا نقشہ تابعین کرام اور نعل مبارک کی تصویر تبع تابعین اعلام سے ثابت اور جب سے آج تک ہر قرن و طبقہ کے علماء و صلحا میں معمول اور رائج ہمیشہ اکابر دین ان سے تبرک کرتے اور ان کی تکریم و تعظیم رکھتے آئے ہیں تو اب انھیں بدعت شنیعہ اور شرک و حرام نہ کہے گا مگر جاہل بیباک یا گمراہ بد دین، مریض القلب ناپاک والعیاذ باللہ من مهاوی الهلاك (اللہ تعالیٰ کی پناہ ہلاکت و بربادی کے ٹھکانوں سے۔) آج کل کے کسی نو آموز قاصر ناقص فاتر کی بات ان اکابر ائمہ دین و اعاظم علماء معتمدین کے ارشادات عالیہ کے حضور کسی ذی عقل دیندار کے نزدیک کیا وقعت رکھتی ہے، عاقل منصف کے لئے اسی قدر کافی ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج21، ص456، رضا فائڈیشن، لاہور)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ”طبقۃ فطبقۃ شرقاً غرباً عجماً عرباً علمائے دین و ائمہ معتمدین نعل مطہر حضور سید البشر علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام کے نقشے کاغذوں پر بناتے کتابوں میں تحریر فرماتے آئے اور انہیں بوسہ دینے آنکھوں سے لگانے سر پر رکھنے کا حکم فرماتے رہے اور دفع امراض و حصول اغراض میں اس سے توسل فرمایا کئے، اور بفضلِ الٰہی عظیم و جلیل برکات و آثار اس سے پایا کیے۔ علامہ ابوالیمن ابن عساکر و شیخ ابواسحٰق ابراہیم بن محمد بن خلف سلمی وغیرہما علماء نے اس باب میں مستقل کتابیں تصنیف کیں۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج21، ص413، رضافائنڈیشن، لاہور)

مزید ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ”روضۂ منورہ حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نقل صحیح بلاشبہہ معظماتِ دینیہ سے ہے اس کی تعظیم و تکریم بروجہ شرعی ہر مسلمان صحیح الایمان کا مقتضاءِ ایمان ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ، ج21ص420، رضافائنڈیشن، لاہور)

مزید تفصیل جاننے کے لئے فتاویٰ رضویہ جلد21، صفحہ نمبر425پر موجود امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ”شفاء الوالہ فی صور الحبیب و مزارہ و نعالہ“ کا مطالعہ کریں۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

میلاد میں ناجائز امور

فتویٰ:19

جشن ولادت میں آتش بازی کرنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر راکٹ بم (آتش بازی کا سامان) استعمال کرسکتے ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر ہر وہ خوشی منانا، جائز ہے، جس کی شریعت نے اجازت دی ہے، البتہ اس موقع پر آتش بازی کا استعمال جائز نہیں، کیونکہ یہ منکرات شرعیہ سے ہے، چنانچہ مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب اسلامی زندگی میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: ”آتش بازی نمرود بادشاہ نے ایجاد کی، جبکہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا اور آگ گلزار ہو گئی، تو اس کے آدمیوں نے آگ کے انار بھر کر ان میں آگ لگا کر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی طرف پھینکی۔“ (اسلامی زندگی، ص65، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ)

فتاویٰ رضویہ میں اعلیٰ حضرت، الشاہ، امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا کہ: ”کیا ایسی تقریب میں شرکت کی جا سکتی ہے، جہاں ناچ اور آتش بازی ہو“ تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: ”اس (جانے والے) پر واجب ہے کہ بے ترکِ منکرات شرکت سے انکار کرے۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج21، ص609، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اس سے پتہ چلا کہ آتش بازی منکرات شرعیہ سے ہے، لہذا اس کا ترک کرنا لازم ہے اور اس کے بے شمار دینی اور دنیاوی نقصانات ہیں، جن کی خبریں آئے دن اخبارات میں آتی رہتی ہیں۔ لہذا تمام منکرات شرعیہ سے بچتے ہوئے شریعت کے دائرے میں رہ کر جشن عید میلاد النبی منایا جائے۔

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

فتویٰ:20

کیا میلاد کی خوشی میں ڈھول بجانا، جائز ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ
(1)میلاد شریف کے جلوس میں بینڈ باجا، ڈھول وغیرہ بجانا شرعاً کیسا ہے؟ اگر کسی جگہ پر میلاد شریف کے جلوس میں ڈھول بجایا جاتا ہو اور ان کو منع کرنے پر وہ لوگ کہیں کہ میلاد شریف کی خوشی میں ڈھول بجانا، جائز ہے، ان کا یہ قول کس حد تک درست ہے؟
(2)میلاد شریف کی محافل میں آتش بازی کا استعمال شرعاً جائز ہے یا ناجائز ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(1)مروجہ انداز میں بجائے جانے والے بینڈ باجے اور ڈھول وغیرہ جلوس وغیر جلوس ہر جگہ بجانا، ناجائز وگناہ ہے۔
بخاری شریف میں ہے: "سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: لیکونن من أمتی أقوام یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف" ترجمہ: رسولُ اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ضرور میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے، جو زنا، ریشم، شراب اور گانے بجانے کے آلات کو حلال سمجھیں گے۔ (صحیح البخاری، ج7، ص106، دار طوق النجاۃ)
سبل الھدیٰ والرشاد میں ہے: "الصواب أنه من البدع الحسنة المندوبة اذا خلا عن المنكرات شرعاً" ترجمہ: درست بات یہ ہے کہ محفل میلاد بدعت حسنہ، مستحبہ ہے جبکہ منکرات شرعیہ سے پاک ہو۔ (سبل الھدیٰ، ج1، ص367، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)
فتاویٰ رضویہ میں سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا: "زید کہتا ہے کہ قوالی مع آلات

مزامیر کے جائز ہے۔۔۔ اور کہتا ہے کہ مزامیر اُن باجوں کو کہتے ہیں، جو منہ سے بجائے جاتے ہیں۔ ڈھلک، ستار، طبلہ، مجیرے، ہارمونیم، سارنگی مزامیر میں داخل نہیں بلکہ ان کا اور دف کا ایک حکم ہے۔"(اس کے جواب میں آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:)"زید کا قول باطل و مردود ہے، حدیث صحیح بخاری شریف میں مزامیر کا لفظ نہیں بلکہ معازف کہ سب باجوں کو شامل ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج24، ص140، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاویٰ رضویہ میں سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا:"میلاد شریف میں قوالی کی طرح پڑھنا کیسا ہے؟"

اس کے جواب میں فرمایا:"قوالی کی طرح پڑھنے سے اگر یہ مراد کہ ڈھول ستار کے ساتھ، جب تو حرام اور سخت حرام ہے اور اگر صرف خوش الحانی مراد ہے، تو کوئی امر مورث فتنہ نہ ہو، تو جائز بلکہ محمود ہے اور اگر بے مزامیر گانے کے طور پر راگنی کی رعایت سے ہو، تو ناپسند ہے کہ یہ امر ذکر شریف کے مناسب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم"

(فتاویٰ رضویہ، ج21، ص664، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:"اپنی تقریبوں میں ڈھول جس طرح فساق میں رائج ہے بجوانا، ناچ کرانا حرام ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، ج23، ص98، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مروجہ ڈھول کو جائز کہنے والے شریعت پر جھوٹ باندھنے والے ہیں، ان سے کہا جائے کہ اگر تم سچے ہو، تو دکھاؤ شریعت میں اسے کہاں جائز بتایا گیا ہے؟ ان سب پر اس افتراء سے توبہ کرنا فرض ہے۔

(2)مروجہ آتشبازی بھی ناجائز وحرام ہے کہ اس میں تضییعِ مال واسراف ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:"آتشبازی جس طرح شادیوں اور شب براءت میں رائج ہے، بیشک حرام اور پورا جرم ہے

کہ اس میں تضییعِ مال ہے۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کے بھائی فرمایا۔ قال اللہ تعالیٰ:
﴿لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ وَ كَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝﴾ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کسی طرح بے جانہ خرچ کیا کرو، کیونکہ بے جا خرچ کرنے والے شیاطین کے بھائی ہوتے ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بہت بڑا ناشکر گزار ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”ان اللہ تعالی کرہ لکم ثلثا قیل وقال واضاعۃ المال وکثرۃ السوال، رواہ البخاری عن المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ تعالی عنہ“ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تین کاموں کو ناپسند فرمایا: (۱) فضول باتیں کرنا (۲) مال کو ضائع کرنا (۳) بہت زیادہ سوال کرنا اور مانگنا۔ امام بخاری نے اس کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی ماثبت بالسنۃ میں فرماتے ہیں: ”من البدع الشنیعۃ ماتعارف الناس فی اکثر بلاد الھند من اجتماعھم للھو واللعب بالنار واحراق الکبریت اھ مختصرا“ ترجمہ: بری بدعات میں سے یہ اعمال بھی ہیں، جو ہندوستان کے زیادہ تر شہروں میں متعارف اور رائج ہیں۔ جیسے لہو کے لیے اور آگ کے ساتھ کھیلنے کے لیے ان کا جمع ہونا اور گندھک جلانا۔ اھ مختصرًا (فتاویٰ رضویہ، ج23، ص280،279، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

مفتی ابوالحسن محمد ھاشم خان عطاری

فتویٰ:21

جلوسِ میلاد وغیرہ میں ڈھول باجے بجانا اور بے پردہ خواتین کا شرکت کرنا

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ جلوس میلاد، محفل پاک یا کسی

اسلامی تقریب کے موقع پر ڈھول بجانا، آتش بازی کرنا، تالیاں بجانا، بینڈ باجے کا اہتمام کرنا اور خواتین کا بے پردہ ہو کر جلوس اور ایسی تقریبات میں شرکت کرنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جلوس میلاد اور دینی محافل کا انعقاد کرنا بہت اچھا کام ہے، لیکن اس میں ڈھول، بینڈ باجے، آتش بازی اور بے پردگی کرنا، ناجائز و گناہ ہے، جس پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں ان تقریبات کا اہتمام کیا جاتا ہے، انہوں نے ہی ایسے بے ہودہ کاموں سے منع فرمایا ہے، لہٰذا ایسی خرافات سے دور رہتے ہوئے ہی ایسے نیک کاموں کا انعقاد کیا جائے۔

گانے بجانے کے آلات کے بارے میں بخاری شریف میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لیکونن من امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف" ترجمہ: ضرور میری امت میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو عورتوں کی شرمگاہ (یعنی زنا) اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور گانے بجانے کے آلات کو حلال ٹھہرائیں گے۔

(بخاری شریف، کتاب الاشربۃ، ج2، ص837، مطبوعہ کراچی)

آلات موسیقی کے بارے میں مسند امام احمد بن حنبل میں ہے: "عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ بعثنی رحمۃ للعالمین وھدی للعالمین، وامرنی ربی بمحق المعازف والمزامیر والاوثان والصلب" ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک میرے رب نے مجھے دونوں جہانوں کے لئے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور میرے رب نے مجھے بانسری اور گانے باجے کے

آلات، بت اور صلیب توڑنے کا حکم دیا ہے۔

(مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابو امامہ باھلی، ج36، ص640، مؤسسۃ الرسالہ)

گانے باجے اور آتش بازی کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ارشاد فرماتے ہیں: "آتشبازی جس طرح شادیوں اور شب براءت میں رائج ہے، بیشک حرام اور پورا جرم ہے کہ اس میں تضیع مال ہے۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کے بھائی فرمایا۔

قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:) ﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِؕ وَ كَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور فضول نہ اڑا۔ بیشک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "ان اللہ تعالی کرہ لکم ثلثا قیل و قال و اضاعۃ المال و کثرۃ السوال رواہ البخاری عن المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ تعالی عنہ" ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین کاموں کو ناپسند فرمایا: (1) فضول باتیں کرنا (2) مال کو ضائع کرنا (3) بہت زیادہ سوال کرنا اور مانگنا۔ امام بخاری نے اس کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی "ماثبت بالسنۃ" میں فرماتے ہیں: "من البدع الشنیعۃ ما تعارف الناس فی اکثر بلاد الهند من اجتماعهم للهو و اللعب بالنار و احراق الکبریت، مختصرا" ترجمہ: بری بدعات میں سے یہ اعمال ہیں جو ہندوستان کے زیادہ تر شہروں میں متعارف اور رائج ہیں جیسے آگ کے ساتھ کھیلنا اور تماشہ کرنے کے لئے جمع ہونا، گندھک جلانا وغیرہ۔ اسی طرح یہ گانے بجانے کہ ان بلاد میں معمول و رائج ہیں، بلا شبہ ممنوع و ناجائز ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج23، ص279 تا 280، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک اور مقام پر بے پردگی کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں: "بے پردہ بایں معنیٰ کہ جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے، ان میں سے کچھ کھلا ہو جیسے سر کے بالوں کا کچھ حصہ یا گلے یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی جز، تو اس طور پر تو عورت کو غیر محرم کے سامنے جانا مطلقا حرام ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج22، ص239 تا240، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

و اللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــه

مفتی محمد قاسم عطاری

فتویٰ:22

نعت یا ڈاکومینٹری میں میوزک کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ آج کل بعض نعتوں یا ڈاکومینٹری ویڈیوز کے بیک گراؤنڈ میں واضح طور پر میوزیکل انسٹر ومنٹس (آلات موسیقی) کی آوازیں آرہی ہوتی ہیں، انہیں سننے کا کیا شرعی حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

نعت یا ڈاکومینٹری کے بیک گراؤنڈ میوزک والی یہ ویڈیوز سننا شرعا ناجائز و گناہ ہے کہ میوزک ہاتھ خواہ منہ وغیرہ کے ذریعے بجائے جانے والے کسی بھی آلے سے ہو، اس کا ناجائز ہونا کثیر احادیث اور فقہی کتب سے ثابت ہے۔

صحیح بخاری شریف کی حدیث صحیح میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لیکونن من أمتی أقوام یستحلون الحر والحریر والمعازف" یعنی عنقریب میری امت میں کچھ قومیں ایسی

ہوں گی، جو زنا اور ریشمی کپڑوں اور باجوں کو حلال ٹھہرا لیں گی۔

(صحیح البخاری، ج2، ص837، مطبوعہ کراچی)

معجم کبیر طبرانی (8/196)، مسند ابو داود طیالسی (2/454) اور مسند امام احمد میں حضرت سیدنا ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إن الله بعثني رحمةً للعالمين وهدى للعالمين، وأمرني ربي بمحق المعازف والمزامير" یعنی بیشک میرے رب نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور میرے رب نے مجھے معازف ومزامیر (یعنی ہاتھ یا منہ سے بجائے جانے والے آلات) توڑنے کا حکم دیا ہے۔

(مسند الامام احمد، حدیث 22307، ج36، ص646، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی میں ہے: "و دلت المسئلة على أن الملاهي كلها حرام حتى التغني لضرب القضيب" یعنی یہ مسئلہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ گانے باجے کے آلات سب حرام ہیں، یہاں تک کہ کسی چیز پر لکڑی کی ضرب لگا کر موسیقی پیدا کرنا بھی۔

(الھدایۃ، ج4، ص365، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ در مختار کی اس عبارت "و کرہ کل لھو" کے تحت فرماتے ہیں: "والإطلاق شامل لنفس الفعل و استماعه كالرقص و السخرية والتصفيق و ضرب الأوتار من الطنبور و البربط و الرباب والقانون والمزمار و الصنج و البوق فإنها كلها مكروهة لأنها زي الكفار واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام" یعنی لہو ولعب کا کرنا اور اس کا سننا سب اس ناجائز ہونے میں داخل ہے۔ جیسے رقص، مذاق مستی، تالی اور سارنگی اور بغیر تاروں اور تاروں والا باجہ بجانا اور بانسری، جھانجھ اور بگل بجانا۔ پس یہ تمام میوزیکل

آلات بجانا مکروہ و ناجائز ہے کہ یہ کفار کی ہیئت ہے اور دف اور بانسری اور اس کے علاوہ اسی قبیل کی چیزوں کا سننا بھی حرام ہے۔(ردالمحتار،ج9،ص566،مطبوعہ کوئٹہ)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں:"مزامیر (یعنی گانے بجانے کے آلات) حرام ہیں۔ صحیح بخاری شریف کی حدیث صحیح میں حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم کاذکر فرمایا:"یستحلون الحر والحریر والمعازف" زنا اور ریشمی کپڑوں اور باجوں کو حلال سمجھیں گے اور فرمایا:وہ بندر اور سور ہو جائیں گے۔ہدایہ وغیرہ کتب معتمدہ میں تصریح ہے کہ مزامیر حرام ہیں۔حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں:"مزامیر حرام است۔(یعنی گانے بجانے کے آلات حرام ہیں۔)"

(فتاویٰ رضویہ،ج24،ص138،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

بہار شریعت میں ہے:"ستار،ایک تارہ،دوتارہ،ہارمونیم،چنگ،طنبورہ بجانا،اسی طرح دوسرے قسم کے باجے سب ناجائز ہیں۔" (بہار شریعت،ج3،ص511،مکتبۃ المدینہ،کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــه
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
ابو رجا محمد نور المصطفی عطاری مدنی

الجواب صحیح
مفتی محمد ہاشم خان عطاری

فتویٰ:23

دَف اور ذکر والی نعت خوانی کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ دَف والی نعتیں پڑھنا اور سننا کیسا ہے؟ نیز جن نعتوں میں نعت کے ساتھ پیچھے اللہ کا ذکر کیا جارہا ہو،اس کا پڑھنا اور سننا جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت پاک پڑھنا بلا شبہ باعثِ ثواب، باعثِ برکت، سببِ نزولِ رحمتِ خداوندی اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی اور آپ کی محبت میں اضافے کا سبب ہے، لیکن باقی تمام معاملات کی طرح اس میں بھی شریعت کی پاسداری لازم ہے، لہٰذا دف اگر جھانج کے ساتھ ہو، تو اس کا بجانا مطلقاً ناجائز ہے، جھانج والی دف کے ساتھ نعت پڑھنا زیادہ ممنوع اور سخت گناہ ہے اور اگر دف کے ساتھ جھانج نہ ہو، تو دف بجانے کی اجازت تین شرطوں کے ساتھ ہے، اگر ان میں سے ایک بھی کم ہو، تو جائز نہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ ہیئتِ تطرب پر نہ بجایا جائے۔ یعنی قواعد موسیقی کی رعایت نہ کی جائے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ بجانے والے مرد نہ ہوں کہ ان کے لیے دف بجانا مطلقاً مکروہ ہے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ بجانے والی عزت دار بیبیاں نہ ہوں اور وہ بھی غیر محل فتنہ میں بجائیں، تو جائز ہے اور حدیث مبارک میں جس دف کے بجانے کا ذکر ہے، وہ انہیں شرائط کے تحت داخل ہے۔ عموماً جو طریقہ رائج ہے، اس میں دف بجانے کی مکمل شرائط نہیں پائی جاتیں، تو ایسا دف بجانا اور اس کے ساتھ نعت پڑھنا جائز نہیں۔

سیدی اعلیٰ حضرت، مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن دف بجانے کے جواز کی شرائط بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "علماء شرط لگاتے ہیں کہ قواعد موسیقی پر نہ بجایا جائے، تال سم کی رعایت نہ ہو نہ اس میں جھانج ہوں کہ وہ خواہی نخواہی مطرب و ناجائز ہیں۔ پھر اس کا بجانا بھی مردوں کو ہر طرح مکروہ ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، ج23، ص281 رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سیدی اعلیٰ حضرت ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: "دف کہ بے جلاجل یعنی بغیر جھانج کا ہو اور تال سم کی رعایت سے نہ بجایا جائے اور بجانے والے نہ مرد ہوں نہ ذی عزت عورتیں، بلکہ کنیزیں یا ایسی کم

حیثیت عورتیں اور وہ غیر محل فتنہ میں بجائیں تو نہ صرف جائز بلکہ مستحب و مندوب ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج21، ص643، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مفتی اعظم ہند حضرت علامہ محمد مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا کہ دف بجا کر قصائد، نعت اور حالت قیام میلاد شریف میں صلوٰۃ وسلام پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟ دف مع جھانج ہو تو کیا حکم ہے اور بلا جھانج ہو تو کیا حکم ہے؟ تو جواباً ارشاد فرمایا: "ہر گز نہ چاہیئے کہ سخت سوء ادب ہے اور اگر جھانج بھی ہوں یا اس طرح بجایا جائے کہ گت پیدا ہو فن کے قواعد پر جب تو حرام اشد حرام ہے، حرام در حرام ہے۔"

(فتاویٰ مصطفویہ، ص448، شبیر برادرز، لاہور)

رہی بات نعت پاک کے ساتھ ذکر کی، تو نعت کے ساتھ جس طرح ذکر کرنا رائج ہے کہ اس میں ڈھول سے مشابہ آواز پیدا ہوتی ہے اور اس ذکر کو بطور بیک گراؤنڈ کے نعت میں دلکشی پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اس سے اکابر علمائے کرام نے منع کیا ہے، ہمارے یہاں کا فتویٰ بھی یہی ہے اور بعض جگہ تو ذاکرین کو دیکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی نہیں کرتے یا کرتے ہیں تو بگاڑ کر، تاکہ اچھی طرح دھمک پیدا ہو، یہ سخت بے ادبی اور ناجائز ہے، اس ذکر کا سننا بھی منع ہے۔

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبـــــــــــــــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
محمد نوید چشتی

متفـــرقـــات

فتویٰ:24

کیا ربیع الاوّل کی مبارکباد دینے سے جنت واجب ہو جاتی ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ ربیع الاول کی آمد سے متعلق

یہ روایت بیان کی جارہی ہے کہ جس نے سب سے پہلے کسی کو ربیع الاول کی مبارک دی، اس پر جنت واجب ہو جائے گی۔ کیا ایسی کوئی روایت موجود ہے اور کیا اسے شیئر کر سکتے ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ربیع الاوّل کی آمد کی خوشی منانا اور چرچا کرنا بہت اعلیٰ اور مستحسن عمل ہے کہ اس ماہِ مبارک میں اللہ عزوجل نے نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اس دنیا میں مبعوث فرما کر مؤمنین پر اِحسان فرمایا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری یقیناً مسلمانوں کے لیے نعمتِ عظمی ہے اور نعمت کا چرچا کرنے کے متعلق اللہ عزوجل قرآنِ عظیم میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴾ ترجمہ: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

(پارہ 30، سورۃ الضحی، آیت 11)

لیکن جہاں تک سوال میں مذکور روایت کا تعلق ہے، تو ایسی کوئی روایت نظر سے نہیں گزری، نہ علماء سے سُنی، بلکہ ایسی باتیں عموماً مَن گھڑت ہوا کرتی ہیں اور مَن گھڑت بات حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی طرف قصداً منسوب کرنا حرام ہے، حدیثِ مبارک میں اس پر سخت وعید ارشاد فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ" ترجمہ: جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

(صحیح البخاری، کتاب العلم، ج2، ص21، مطبوعہ کراچی)

اور بغیر تحقیق و تصدیق ہر سنی سنائی بات کو آگے پھیلانا بھی نہیں چاہئے، کیونکہ حدیثِ پاک میں ایسے شخص کو جھوٹا فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے: "كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا

اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ "ترجمہ: انسان کے جھوٹا ہونے کو یہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات بیان کر دے۔ (صحیح المسلم، باب النھی عن الحدیث بکل ما سمع، ج1، ص9، مطبوعہ کراچی)

لہٰذا ایسی روایات پر مشتمل میسجز (Messages) اور پوسٹس (Posts) سے بچنا بہت ضروری ہے۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــه

مفتی محمد قاسم عطاری

فتویٰ:25

جس محفل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو، تو آپ تشریف لاتے ہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ جس محفل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ذکر ہو اس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ہمارے آقا و مولا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار دیا ہے کہ جب جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں اور ایک ہی وقت میں متعدد جگہ میں تشریف فرما بھی ہوسکتے ہیں لہٰذا جس محفل پر آپ چاہیں کرم فرمائیں اور تشریف لے جائیں مگر یہ کہنا درست نہیں کہ جس محفل میں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر ہو اس میں ضرور آپ تشریف لاتے ہیں بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ حضور چاہیں تو تشریف لاسکتے ہیں۔

امام اہل سنت شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے اسی طرح کا سوال ہوا کہ محفل مولود شریف میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے ہیں یا نہیں؟ تو جواباً آپ علیہ

الرحمۃ نے فرمایا: ”مجالس خیر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری اکابر اولیاء نے مشاہدہ فرمائی اور بیان کیا، کما فی بھجۃ الاسرار للامام الاوحد ابی الحسن نور الدین اللخمی الشطنوفی وتنویر الحوالک للامام جلال الملّۃ والدین السیوطی وغیرھما لغیرھما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیھم۔ جیسا کہ امام یکتائے زمانہ ابو الحسن نور الدین علی لخمی شطنوفی نے بھجۃ الاسرار میں اور امام جلال الدین سیوطی نے تنویر الحوالک میں اور ان دو کے علاوہ دوسرے حضرات نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر فرمایا، ان سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ (ت) مگر یہ کوئی کلیہ نہیں سرکار کا کرم ہے جس پر ہو جب ہو۔“ (فتاویٰ رضویہ، ج23، ص749، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ الفتاوی الکبریٰ میں فرماتے ہیں: ”روح نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ربما تظھر فی سبعین ألف صورۃ وھم أصحاب کشف واطلاع فیسلم لھم ماقالوہ“ یعنی: ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک بسا اوقات ستر ہزار صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور یہ بات کہنے والے اصحابِ کشف واطلاع ہیں پس ان کی کہی بات قبول کی جائے گی۔

(الفتاوی الکبریٰ، باب الجنائز، ج2، ص9، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

حافظ الحدیث امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اذن للانبیاء ان یخرجوا من قبورھم ویتصرفوا فی العالم العلوی و السفلی“ یعنی: تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو اختیار ملا ہے کہ اپنے مزاراتِ طیبہ سے باہر تشریف لائیں اور جملہ عالم آسمان و زمین میں (جہاں جو چاہیں) تصرف فرمائیں۔ (الحاوی للفتاوی، تنویر الحوالک فی امکان رؤیۃ النبی والملک، ج2، ص263، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

روح المعانی میں ہے: ”(أنّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حی بجسدہ و روحہ، وأنّہ یتصرف ویسیر حیث شاء فی أقطار الأرض وفی الملکوت. وذھب أی: الإمام جلال الدین السیوطی إلی نحو ھذا فی سائر الأنبیاء علیھم السلام فقال: إنّھم أحیاء، ردت إلیھم أرواحھم بعد ما قبضوا وأذن لھم فی الخروج من قبورھم والتصرف فی الملکوت العلوی والسفلی) ملتقطاً.“ یعنی بے شک نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنے

جسم مقدس اور روح مبارک کے ساتھ زندہ ہیں اور زمین و آسمان میں جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں اور تصرف کرتے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی کا تمام انبیا علیہم السلام کے بارے میں یہی موقف ہے کہ آپ نے فرمایا: انبیا اپنی قبروں میں زندہ ہیں ان کی ارواح قبض کیے جانے کے بعد واپس ان کی طرف لوٹا دی گئیں اور ان کو اپنی قبور سے نکلنے اور ملکوتِ علوی و سفلی میں تصرف کا اذن دیا گیا ہے۔ (روح المعانی، ج 11، الجزء الثانی، ص 53، 52، الأحزاب، تحت الآیۃ 40)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ جاء الحق میں لکھتے ہیں: ''تفسیر روح البیان سورہ ملک کے آخر میں ہے: قال الامام الغزالی ، الرسول علیہ السلام لہ الخیار فی طواف العالم مع ارواح الصحابۃ لقد راہ کثیر من الاولیاء ترجمہ امام غزالی نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اپنے صحابہ کی روحوں کے ساتھ دنیا میں سیر فرمانے کا اختیار ہے تحقیق آپ کو کثیر اولیا نے دیکھا ہے۔۔۔

امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں: ''ان اعتقد الناس ان روحہ و مثالہ فی وقت قراءۃ المولد وختم رمضان و قراءۃ القصائد یحضر جاز'' ترجمہ: اگر لوگ یہ عقیدہ رکھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح اور آپ کی مثال مولود شریف پڑھتے اور ختم رمضان اور نعت خوانی کرتے وقت آتی ہے تو جائز ہے۔۔۔ ان عبارات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی نگاہ پاک ہر وقت عالم کے ذرہ ذرہ پر ہے اور نماز، تلاوتِ قرآن، محفل میلاد شریف اور نعت خوانی کی مجالس میں، اسی طرح صالحین کی نماز جنازہ میں خاص طور پر اپنے جسم پاک سے تشریف فرما ہوتے ہیں۔ '' (ملتقطا از جاء الحق مع سعید الحق، ص 373، 372، مکتبہ غوثیہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو الحسن محمد ھاشم خان عطاری

فتویٰ:26

میلاد کے موقع پر خانہ کعبہ، گنبد خضریٰ کے ماڈل کا کیک بنانا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ربیع الاول شریف میں کئی لوگ جشن عید میلاد النبی کے موقع پر کیک (cack) کاٹتے ہیں تو اس کیک پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک، گنبد خضریٰ شریف یا کعبہ شریف کا نقشہ بنا ہوتا ہے، اس کو چُھری وغیرہ سے کاٹا جاتا ہے، کیا اس طرح کرنا درست ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

کیک (cack) پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک، کعبہ معظمہ یا گنبد خضریٰ کا نقشہ بنا کر اس پر چھری چلانا، اس کو کاٹنا ادب کے خلاف ہے، اس میں یہ قباحت ہے کہ لوگ کہیں گے: کیک کاٹنے والے نے گنبد خضریٰ یا کعبہ معظمہ کو کاٹ دیا، ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا، ان کو کھالیا، معاذاللہ۔ اور حکم شرع یہ ہے کہ جس طرح آدمی کے لیے برے کام سے بچنا ضروری ہے، یوں ہی برے نام و بری نسبت سے بھی بچنا چاہیے۔

امام اہلسنت، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا کہ شکر کی مختلف اشیاء کی شبیہ بنانا جیسے جامع مسجد یا جانداروں کی تصاویر جیسے کتے وغیرہ کی، اور پھر اس کو توڑ کر کھانا کیسا ہے؟ (ملخص)۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ”جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً حرام ہے۔ اور اس کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں۔۔۔۔۔ اور حرام جانور کی تصویر میں ایک شنیع و بدنسبت ہے، جو کھانے والے کی طرف ہو گی، کہ اہل عرف تصویر کو اصل ہی کے نام سے یاد

کرتے ہیں، مثلاً تصویر کا کتا، کسی نے کھایا، تو اسے بھی کہا جائے گا کہ فلاں شخص نے کتا کھایا۔ آدمی کو جیسے بُرے کام سے بچنا ضرور ہے، یونہیں برے نام سے بھی بچنا چاہئے۔ غیر جاندار کی تصویر بنانی اگرچہ جائز ہے، مگر دینی معظم چیز مثل مسجد جامع وغیرہ کی تصویروں میں انہیں توڑنا اور کھانا خلاف ادب ہو گا اور وہی بری نسبت بھی لازم آئے گی کہ فلاں شخص نے مسجد توڑی، مسجد کو کھالیا۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج24، ص559، 560، رضا فاونڈیشن، لاہور)

و اللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی محمد هاشم خان عطاری

کتبــــــــــــــــــــــــه
المتخصص فی الفقه الاسلامی
ابو واصف محمد آصف عطاری

فتویٰ: 27

نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام مبارک کے ساتھ (Peace be upon him) یا مختصر (P.B.U.H) لکھنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام اگر انگلش میں لکھیں، تو کیا درود وسلام کی جگہ Peace be upon him لکھنا درست ہے؟ کیا یہ الفاظ درود و سلام کی جگہ کافی ہوں گے؟ نیز اگر کوئی ان کی جگہ فقط P.B.U.H لکھے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

صورتِ مسئولہ کا جواب جاننے سے قبل تمہیداً یہ سمجھ لیجئے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کے نامِ نامی اسمِ گرامی کے ساتھ درود وسلام پڑھنا دراصل اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ان کے

لیے نزولِ رحمت اور سلامتی کی دعا کرنا ہے۔ درود کا معنی مختلف اعتبارات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ رحمت، ان کے لیے استغفار اور درجات کی بلندی کی دعا کرنا ہے اور سلام بھیجنے سے مراد ہر نقصان سے سلامتی طلب کرنا ہے۔

علامہ سیدی عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ حدیقۃ الندیہ میں فرماتے ہیں: "(والصلوۃ) وھی من اللہ الرحمۃ۔۔۔ ومن الملائکۃ الاستغفار۔۔۔ ومن المؤمنین دعاءلہ ببعثہ المقام المحمود۔۔۔ (والسلام) ای الدعاء بالسلامۃ من کل قدح ونقصان او ھو مصدر بمعنی سلمہ اللہ ای جعلہ سالماً" ترجمہ: درود بھیجنے کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف ہو، تو اس کا معنی رحمت نازل کرنا ہے، ملائکہ کی طرف ہو، تو استغفار کرنا اور مؤمنین کی طرف ہو، تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے مقامِ محمود پر مبعوث ہونے کی دعا مانگنا ہے۔۔۔ اور سلام سے مراد ہر عیب و نقصان سے سلامتی کی دعا کرنا یا بطورِ مصدر یہ معنی ہے کہ اللہ انہیں سلامت رکھے۔"

(الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ، ج1، ص7 تا 9، مطبوعہ استنبول، ترکی)

اس تفصیل کے بعد Peace be upon him کو دیکھا جائے، تو اِس کا معنی ہے: "اُن پر امن ہو" اس سے یہ بات تو واضح ہوئی کہ یہ کلمات درود کے وسیع مفہوم کو ادا نہیں کر سکتے، البتہ امن و سلامتی کے معنی پر مشتمل ہونے کی وجہ سے "سلام" کے قائم مقام ہو سکتے ہیں، تو جب اِن میں امن و سلامتی کے معنی ہیں، تو نامِ نامی اسمِ گرامی کے ساتھ "علیہ السلام" کی طرح انہیں لکھنا بھی درست ہے، لیکن ہمیشہ یہی کلمات لکھنے کی عادت نہیں بنا لینی چاہیے، کیونکہ اللہ عزوجل نے ہمیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر درود اور سلام دونوں بھیجنے کا حکم دیا ہے، اسی لیے علمائے کرام نے صرف درود یا صرف سلام بھیجنے کی عادت بنالینے سے منع فرمایا ہے۔

اللہ عزوجل قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىٕكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ ؕ

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝۵۶﴾ ترجمہ کنزالایمان: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر، اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔“

(پارہ22، سورۃ الاحزاب، آیت 56)

حدیقۃ الندیہ میں ہے: ”جمع بين الصلوة والسلام امتثالاً لقوله تعالىٰ ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝۵۶﴾ وحذرًا من كراهة افراد احدهما عن الآخر ولو خطأ وقد صرحوا بانه يكره ترك الصلاة والسلام والاقتصار على احدهما“ ترجمہ: اللہ عزوجل کے اس فرمان ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝۵۶﴾ پر عمل کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کو جمع کیا جائے اور اس لئے بھی کہ ایک کو دوسرے سے الگ کر کے پڑھنا مکروہ ہے، اگرچہ بطور خطا ہو۔ تحقیق علماء نے صراحت کی ہے کہ درود وسلام کو ترک کرنا یا ان میں سے ایک پر اکتفا کرنا مکروہ ہے۔“

(الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ، ج1، ص9، مطبوعہ استنبول)

یونہی مراۃ المناجیح میں ہے: ”درود شریف میں صلوٰۃ وسلام دونوں عرض کرنا چاہییں کہ قرآن کریم نے دونوں کا حکم دیا۔ صرف صلوٰۃ یا صرف سلام بھیجنے کی عادت ڈال لینا ممنوع ہے، اسی لئے درودِ ابراہیمی صرف نماز کے لئے ہے، کیونکہ اس میں صرف صلوٰۃ ہے، سلام نہیں، سلام التحیات میں ہو چکا، نماز کے علاوہ یہ درود مکمل نہیں کہ سلام سے خالی ہے۔“

(مراۃ المناجیح، ج1، ص8، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

یہ حکم اس صورت میں تھا کہ جب مکمل peace be upon him لکھا جائے اور اگر اسے بھی اختصار کے ساتھ مثلاً P.B.U.H لکھیں، تو اس کا حکم درود شریف کی جگہ فقط ”ع، ص یا

صلعم "لکھنے والا ہو گا اور یہ رموز لکھنے کے متعلق سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "یہ جہالت آج کل بہت جلد بازوں میں رائج ہے، کوئی صلعم لکھتا ہے، کوئی عم، کوئی ص اور یہ سب بیہودہ مکروہ و سخت ناپسند و موجبِ محرومی شدید ہے، اس سے بہت سخت احتراز چاہیئے۔ اگر تحریر میں ہزار جگہ نامِ پاک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آئے، ہر جگہ پورا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھا جائے، ہر گز ہر گز کہیں صلعم وغیرہ نہ ہو، علماء نے اس سے سخت ممانعت فرمائی ہے، یہاں تک کہ بعض کتابوں میں تو بہت اشد حکم لکھ دیا ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج6، ص221، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

ایک اور مقام پہ فرمایا: "درود شریف کی جگہ جو عوام وجہال صلعم یا ع یا م یا ص یا صللم لکھا کرتے ہیں، محض مہمل و جہالت ہے۔ القلم احدی اللسانین یعنی قلم دو زبانوں میں سے ایک ہے۔ جیسے زبان سے درود شریف کے عوض یہ مہمل کلمات کہنا درود کو ادا نہ کرے گا، یوں ہی ان مہملات کا لکھنا، درود کا کام نہ دے گا، ایسی کوتاہ قلمی سخت محرومی ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج9، ص314، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

فتویٰ:28

مساجد یا گھروں کی دیواروں پر "یا محمد" لکھنا درست ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ گھروں اور مساجد وغیرہ عمارات کی دیواروں پر "یا محمد" لکھا ہوتا ہے، کیا یہ شرعاً درست ہے؟ اور اگر پہلے سے کسی پینٹ سے لکھا ہو یا تختی وغیرہ لگی ہو، تو اب اس کا کیا کیا جائے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" کے الفاظ کے ساتھ پکارنا، شرعا درست نہیں کیونکہ قرآن پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پکارنے سے منع کیا گیا ہے، جیسے ہم ایک دوسرے کو اس کا نام لے کر پکارتے ہیں۔

لہذا "یا محمد" کہنے کی بجائے یارسول اللہ، یاحبیب اللہ، یا نبی اللہ وغیرہ الفاظ کے ساتھ نداء کی جائے اور لکھتے وقت بھی اسی احتیاط کو ملحوظ رکھا جائے اور اگر گھر یا مسجد وغیرہ کی دیوار پر "یا محمد" لکھا ہو، تو اسے مٹا کر یا اگر کوئی تختی لگی ہو، تو اسے اتار کر "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کی تختی لگائی جائے۔ اور اسے لگانے میں یہ احتیاط بھی کی جائے کہ اسے ایسی جگہ پر ہی لگایا جائے، جہاں کسی قسم کی بے ادبی کا احتمال نہ ہو اور بارش وغیرہ کا پانی اس تختی سے لگ کر زمین پر نہ گرے اور جہاں یہ احتمال موجود ہو، جیسے مکان کی باہر والی دیوار، کہ جہاں اس مقدس تحریر پر بارش کا پانی لگ کر زمین پر گرے گا، تو ایسی جگہ لگانے سے اجتناب کیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنے کے ادب کے بارے میں قرآن پاک میں ہے ﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ ترجمہ: (اے لوگو!) رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ بنالو، جیسے تم میں سے کوئی دوسرے کو پکارتا ہے۔ (پارہ18، سورۃ النور، آیت 63)

اس آیت کے تحت تفسیر ابن کثیر میں ہے: "عن ابن عباس: كانوا يقولون "يا محمد، ياابالقاسم" فنهاهم الله عزوجل عن ذلك، اعظامالنبيه، صلوات الله وسلامه عليه قال: فقالوا: يارسول الله، يانبي الله" ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" "یاابالقاسم" کہتے تھے، **تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی خاطر**

اللہ عزوجل نے انہیں اس سے منع فرمادیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر صحابہ یارسول اللہ، یانبی اللہ کہا کرتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، تحت ھذہ الایۃ، ج6، ص88، مطبوعہ دار طیبہ)

اسی آیت کے تحت "لباب التاویل فی معانی التنزیل" اور "تفسیر ابن عباس" میں ہے "واللفظ للثانی" ای لاتدعوا الرسول باسمہ "یا محمد" ﴿كَدُعَآءِ بَعۡضِكُم بَعۡضًا﴾ اسمہ ولکن عظموہ ووقروہ وشرفوہ وقولوا لہ یا نبی اللہ ویا رسول اللہ" ترجمہ: یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے نام کے ساتھ "یا محمد" کہہ کرنہ پکارو، جیسے تم میں سے کوئی دوسرے کو اُس کے نام سے پکارتا ہے، بلکہ ان کی تعظیم وتوقیر وعزت کرو اور یوں کہو "یا نبی اللہ" اور "یارسول اللہ"۔

(تفسیر ابن عباس، تحت ھذہ الایۃ، ج1، ص300، مطبوعہ بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ پاک لے کر ندا کرنے کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں: "یہاں اُس کا یہ بندوبست فرمایا کہ اس امتِ مرحومہ پر اس نبی کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کا نام پاک لے کر خطاب کرنا ہی حرام ٹھہرایا، قال اللہ تعالیٰ ﴿لَا تَجۡعَلُوا۟ دُعَآءَ ٱلرَّسُولِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُم بَعۡضًا﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رسول کا پکارنا آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ کہ اے زید، اے عمرو، بلکہ یوں عرض کرو: یارسول اللہ، یانبی اللہ، یاسید المرسلین، یاخاتم النبیین، یاشفیع المذنبین، صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم وعلیٰ الک اجمعین۔۔۔**لہٰذا علماء تصریح فرماتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام لے کر ندا کرنی حرام ہے۔** اور واقعی محلِ انصاف ہے، جسے اس کا مالک ومولیٰ تبارک وتعالیٰ نام لے کر نہ پکارے، غلام کی کیا مجال کہ راہِ ادب سے تجاوز کرے۔۔۔یہ مسئلہ مہمہ جس سے اکثر اہل زمانہ غافل ہیں، نہایت واجب الحفظ ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، ج30، ص156 تا 158، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اسی بارے میں فتاویٰ شارح بخاری میں ہے "یہ درود شریف کا صیغہ "صلی اللہ علیک یا محمد"

قابلِ اعتراض ہے، نام نامی لے کر پکارنا جائز نہیں۔" (فتاویٰ شارح بخاری، ج1، ص290، مطبوعہ برکات المدینہ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضان خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا کہ مسجد کے محراب کے دائیں طرف کاتب نے لکھا "یااللہ" اور دوسری طرف "یامحمد" نقش کر دیا، تو اس کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "یہ بات یاد رہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک لے کر ندا نہ چاہیئے، بلکہ اس کی جگہ "یارسول اللہ" ہو اور دیوار پر کندہ کرنے سے بہتر یہ ہے کہ آئینہ میں لکھ کر نصب کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔" (فتاویٰ رضویہ، ج14، ص368 تا369، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

کسی حاجت کے تحت کاغذ وغیرہ سے اللہ ورسول کا نام مٹانا، جائز ہے، چنانچہ بحر الرائق میں ہے "ولوکان فیہ اسم اللہ تعالی او اسم النبی علیہ السلام فیجوز محوہ لیلف فیہ شیء" ترجمہ: اگر کسی کاغذ میں اللہ تعالیٰ یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہو، تو اس کاغذ میں کچھ لپیٹنے کے لئے اس سے اللہ ورسول کا نام مٹانا، جائز ہے۔

(بحر الرائق، کتاب الطھارۃ، باب الحیض، ج1، ص351، مطبوعہ کوئٹہ)

دیواروں پر قرآن مجید کی کوئی سورت یا اللہ تعالیٰ کے نام وغیرہ مقدس تحریرات لکھنے کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا، تو آپ علیہ الرحمۃ نے جواباً ارشاد فرمایا: "دیواروں پر کتابت سے علماء نے منع فرمایا ہے "کمافی الھندیۃ وغیرھا" اس سے احتراز ہی اسلم ہے، اگر چھوٹ کر نہ بھی گریں، تو بارش میں پانی ان پر گزر کر زمین پر آئے گا اور پامال ہو گا، غرض مفسدہ کا احتمال ہے اور مصلحت کچھ بھی نہیں، لہٰذا اجتناب ہی چاہیے، واللہ تعالیٰ اعلم۔" (فتاویٰ رضویہ، ج23، ص384، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جشنِ ولادت منانے کا ثواب

سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ و سلم کی ولادت کی رات خوشی منانے والوں کی جزا یہ ہے کہ اللہ پاک انہیں فضل و کرم سے جنات النعیم (نعمت والی جنت میں) داخل فرمائے گا۔ مسلمان ہمیشہ سے محفلِ میلاد کرتے آئے ہیں اور ولادت کی خوشی میں دعوتیں دیتے، کھانے پکواتے اور خوب صدقہ وخیرات دیتے آئے ہیں۔ خوب خوشی کا اظہار کرتے اور دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی ولادتِ باسعادت کے ذکر کا انتظام کرتے ہیں اور اپنے مکانوں کو سجاتے ہیں اور ان تمام نیک کاموں کی برکت سے ان لوگوں پر اللہ پاک کی رحمتیں اترتی ہیں۔

(ماثبت بالسنہ، صفحہ 102)

978-969-722-128-8
01013014

فیضانِ مدینہ سوق الخضار السابق حي سودا غران کراتشي، باکستان.
UAN+۹۲۲۱۱۱۱۲۵ ۲٦ ۹۲ التحویلة: ۱۱٤٤/۲٦٥۰
Web: www.maktabatulmadinah.com / www.dawateislami.net
Email: feedback@maktabatulmadinah.com / ilmia@dawateislami.net